بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے ایمان کے ساتھی

تمہارا مجھ سے وعدہ تھا!

احسن عزیز

مبشرات

نام کتاب : تمہارا مجھ سے وعدہ تھا!

مصنف : احسن عزیز

طبع اوّل : جنوری ۲۰۰۵ء

ناشر : محمد صہیب قرنی، مبشرات، پوسٹ بکس ۱۲۶، شاہیگان، اسلام آباد

فون: ۰۵۱-۴۴۳۷۷۳۷

موبائیل: ۰۳۰۰-۵۵۱۰۷۲۶

ای میل: mubashirat@isb.paknet.com.pk

قیمت :

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی بات

وحی کے حقیقی علم و نور سے محروم مغرب کا انسان جب ''شعور'' کی آنکھ کھولتا ہے تو انسانیت کی قدیم تاریخ کی روشنائی سے اپنا دامن خالی پاتا ہے۔ قدیم انسان کو پتھر کے دور کا انسان قرار دیتا ہے اور علوم نبوت کی سعادت سمیٹنے کے بجائے پتھروں کی سی شقاوت اس کے دل کا مقدر بن جاتی ہے۔

اس کے برعکس ایک مومن اپنے ایمان کی آنکھ سے آدم علیہ السلام کو روزِ اول ہی سے خلافتِ ارضی سے شرف یاب دیکھتا ہے۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام کی ذریت میں نوح و ابراہیم، اسحٰق و اسماعیل، داؤد و سلیمان، موسیٰ و ہارون اور عیسیٰ علیہم السلام جیسی ہستیوں اور ان کے جلو میں ہزار ہا انبیاء و رسل کی کہکشاں کو روشن پاتا ہے۔ پھر اس ساری ترتیب کے آخر میں اسے ایک سراجِ منیر صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں نور کی شاہراہ پر چلنا میسر آ جاتا ہے (جان و دل آپؐ پر فدا ہوں) اور اس طرح یہ بندہء مومن پورے اعتماد کے ساتھ اپنے آپ کو علم نبوت کی وراثت کا مستحق جانتا ہے۔ امتِ خیر کے دامن میں پھیلے ہوئے علم و حکمت کے سارے خزانے اسے اپنے لگتے ہیں اور وہ انھیں اپنی دسترس میں موجود پاتا ہے۔

اسی سارے علمی مخزن کا نسبتاً ایک چھوٹا لیکن اہم گوشہ شعر و ادب کا بھی ہے۔ نبوت کے چشمہء نور نے جہاں انسان کے عقائد و اخلاق کا تزکیہ کیا وہاں شعر و ادب کی وادی بھی اس پھوار سے اپنی پاکیزگی و لطافت کے ساتھ مہک اٹھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں برے اشعار کو پڑھنا سننا ناپسند کیا یا پھر شعر و شاعری میں استغراق کو بھی برا جانا اور فرمایا: ((...لَاَنْ یَّمْتَلِیَٔ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّمْتَلِیَٔ

شِعْرًا)) (مسلم، کتاب الشعر) ''تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر کہ شعر سے بھرے''____ وہیں آپ نے مبنی برحق اور رجز یہ اشعار کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

کہیں عین میدانِ جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک، حسان بن ثابت انصاریؓ کو یہ ایمان افزا دعا سناتی ہے((يَا حَسَّانُ! اَجِبْ عَنِّىْ. اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ)) ''اے حسان! میری طرف سے جواب دو۔ اے اللہ روح القدس کے ذریعے ان کی مدد فرما''۔ کبھی مشرکین کی ہجو کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ سے فرما رہے ہیں کہ:((هَاجِهِمْ وَجِبْرَئِيْلُ مَعَكَ)) (مسلم، کتاب فضائل الصحابة) ''کافروں کی ہجو کرو اور جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں''۔ اور کبھی شاعرِ رسول کو یہ خوشخبری بھی دی جاتی ہے کہ ''تمہارے شعر ان پر تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہیں''۔

پھر غزوہءخندق کا یہ منظر بھی ہماری آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے جب اسلام کی ایک چھوٹی سی بستی، جس میں رسالت کا چراغِ عظیم روشن ہے، اسے ملیا میٹ کرنے کی نیت سے کفر کی اتحادی فوجوں نے گھیرا ہوا ہے۔ امامِ صفِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثارؓ اس دولتِ اسلام کے دفاع کے لیے بنفسِ نفیس خندق کھود رہے ہیں۔ سردی، تھکاوٹ، بھوک اور فطری اندیشے سب کچھ جمع ہے۔ ایسے میں مٹی سے آلودہ اور تھکاوٹ سے چور، لیکن امید کی کرنوں سے منور چہروں کو دیکھ کر____ ان مجاہدین فی سبیل اللہ کا شوق و رغبت بڑھانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ

فَاغْفِرْ لِلْاَ نْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

''اے اللہ زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے، پس آپ ان نصرت کرنے والوں اور ان ہجرت کرنے والوں کو معاف کر دیجئے''۔

پھر جواب میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ رجز پڑھتے ہوئے سنائی دیتے ہیں:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہمیں وہ ہیں کہ ہم نے کی ہے یہ بیعت محمدؐ سے

جہاد اب عمر بھر ہر حال میں کرتے رہیں گے ہم

آیئے انھی مناظر کو آنکھوں میں بساتے ہوئے اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔

محمد صہیب قرنی

مبشرات، اسلام آباد

جنوری ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجنبی ___ کل اور آج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَ سَيَعُوْدُ كَمَا بَدَءَ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ))

(مسلم ،کتاب الایمان)

''اسلام کی ابتداء اس حال میں ہوئی کہ یہ اجنبی (نامانوس) تھا اور عنقریب یہ پھر اسی طرح اجنبی ہو جائے گا جس طرح شروع میں تھا، پس بھلائی کی خوشخبری ہے اجنبیوں کے لیے''۔

اسلام اور اہلِ اسلام کے ماضی و مستقبل کے بارے میں یہ الفاظ آج سے قریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے اُس مبارک دہن سے ادا ہوئے تھے، سننے والوں نے جس سے حق کے سوا کبھی کچھ نہ سنا تھا۔ دل وجاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔

یہ غرباء ___ اجنبی مسافر کون تھے؟ کیا چاہتے تھے؟ اور اپنوں ہی میں انجان کیوں بن گئے تھے؟

تاریخ کے اوراق ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ وہ لوگ تھے جو جاہلیت کے اُس سمندر میں اپنے ساحلِ مراد کو، اپنے ربّ کی حقیقی معرفت کو پا گئے تھے۔ یہ جان گئے تھے کہ ایک اللہ کی عبادت کے سوا زندگی کا کوئی اور مقصد نہیں۔ عبادت اس ذات کی، جس نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا ہے، جو مسلسل ہمارا امتحان لے رہا ہے اور جس کی طرف ہمیں بالآخر لوٹ کر جانا ہے۔ یہ یقین اتنا پختہ تھا کہ سوچ کے ہر

زاویے پر، پسند و ناپسند کے ہر معیار پر، ترجیحات کی ہر ترتیب پر، انداز و عمل کی تمام باریکیوں پر، حتیٰ کہ چہروں، ملبوسات اور کھانے پینے کے آداب تک پر اس عقیدے کا ایک گہرا رنگ جم گیا تھا:

﴿صِبْغَةَ اللّٰـهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ﴾ ''(ہم نے) اللہ کا رنگ (اختیار کرلیا ہے) اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہوسکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔'' (البقرۃ ۲:۱۳۸)

دینِ فطرت کا یہ رنگ، نورِ ہدایت کی یہ کرنیں وحی کے اسی منبع سے پھوٹی تھیں، اپنے اپنے زمانے میں جس سے تاریخِ انسانی کی عالی مرتبت ہستیوں ــــــ نوح و ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے روشنی سمیٹی تھی اور دنیا والوں میں بانٹ دی تھی۔ اب اسی سلسلۂ ذھب کی آخری کڑی سراجِ منیر کی صورت میں، آنکھوں کی ٹھنڈک اور آرامِ جاں بن کر ان ؓ کے درمیان تھی۔ زہے نصیب اے اجنبیو ؓ ــــــ زہے نصیب!

ان غرباء نے اللہ کو اس طور اپنا ربّ مانا کہ پھر اپنی ہر چیز کے ساتھ اپنے مالک کے سامنے تسلیم ہو گئے۔ اسلام کے دین ہونے پر راضی وہ اس انداز سے ہوئے کہ آسمان سے بار بار ان کے لئے یہ پیغام اترا ــــــ کہ تمہارا ربّ تم سے راضی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کے اقرار کا عالم یہ تھا کہ ظاہر و باطن کی کوئی ادا ایسی نہ رہی جو اپنے محبوب ؐ کے نمونے پر ڈھل نہ گئی ہو۔ ایسا کیوں نہ ہوتا؟ یہی تو وہ ہستی تھی جس کی دائمی صحبت میں رہنے کے خواب وہ ہمیشہ دیکھتے تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اگر آج اپنے اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں مان لیں گے تو کل آخرت میں نبی ؐ کے ساتھ جائیں گے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوگی کہ جس کا تصور، ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنا ہوا یہ انسان کرسکتا ہے:

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّـذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّـدِّيْـقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ''اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ (روزِ قیامت) اُن لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے بڑا انعام فرمایا

﴿ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا﴾ ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ بہترین رفیق ہیں''۔ (النّساء ۶۹:۴)

جو شکستہ نہ ہوا ایسا گھر چاہیے!

یہ اطاعت بالیقین ایسی تھی کہ آرزوؤں کا ہر وہ محل، جس کی جبین پر 'علٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ' نہ لکھا ہوتا، اس کی زد میں آ کر تباہ ہو جاتا تھا۔ یہ صرف ان کے ذوق کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ ایمان کی بنیاد بھی تھی:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ)) (رواہ البغوي في شرح السنة) ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس (شریعت) کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا ہوں''۔

دلوں کی جب دنیا بدلتی ہے تو نگاہوں کے زاویے بھی بدل جاتے ہیں۔ اور جب نگاہ ٹھیک سے دیکھنے لگے تو دنیا ـــــ جو ہے وہی نظر آتی ہے! 'دنیا' کو اس کے صحیح مقام پر رکھے بغیر بھلا اپنے ربّ کو، اپنے دین کو اور اپنے رسول کے مقام کو آج تک کسی نے پہچانا ہے؟ نہیں ـــــ کبھی نہیں! اگر ایسا ہو سکتا تو انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں حبِّ دنیا کے ترک اور فکرِ آخرت کے اختیار پر اتنا زور ہرگز نہ دیا جاتا۔ چنانچہ ان مسافروں کو بھی یہ بتایا گیا کہ: ﴿ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''دنیا کی یہ زندگی دھوکے کے سامان کے سوا اور کچھ نہیں''۔ پھر اس حقیقت کے تقاضے کے طور پر انھیں سمجھایا گیا (اور وہ سمجھ بھی گئے) کہ: ((کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ)) (البخاري ، کتاب الرّقاق) ''اس دنیا میں بس ایسے ہو جاؤ گویا کہ تم (اپنے وطن سے دور) ایک اجنبی ہو یا راہ چلتے مسافر''۔ اب ان مسافروں کے دل بھلا راستوں میں کہاں لگنے تھے؟ یہ تو بس اپنے آخری گھر میں اٹکے رہتے تھے، چنانچہ جب ان کی سفری کیفیت اور گھروں کی

حالت دیکھ کر کوئی حیران ہوتا تو وہ صاف کہہ دیتے تھے ”وہاں آخرت میں ہمارا ایک گھر ہے ہم اپنے اچھے اور بیش قیمت سامان وہیں بھیج دیتے ہیں“۔ یہ جواب دینے والے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے، اسی قافلۂ غرباء کے ایک معزز شریک!

مسافروں سے جھلکتا ہے منزلوں کا یقیں

لیکن اس کم سامانی کے باوجود بھی وہ اپنے سفر کے حقیقی سامان سے کبھی غافل نہ رہے۔ دلوں میں یہ یقین بیٹھ چکا تھا کہ: ﴿فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی ﴾ (البقرۃ ۲:۱۹۷) ”پس بے شک سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے“ ــــــ لہٰذا تقویٰ کے اس توشے کو ساتھ لے کر انھوں نے اپنے ابدی گھر کی طرف چلنا نہیں دوڑنا شروع کر دیا۔ منزل بہت واضح تھی، اور جب منزل واضح ہو تو پھر تردّد کیسا؟:

﴿وَسَارِعُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَجَنَّۃٍ عَرۡضُہَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ﴾

”اور دوڑو اپنے ربّ کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے“۔ (اٰلِ عمران ۳:۱۳۳)

سعادت کی اس شاہراہ پر وہ ایسی احتیاط سے آگے بڑھے گویا اس دنیا ہی میں پُلِ صراط پر چل رہے ہیں کہ ذرا سا بھی قدم اِدھر اُدھر ہوا تو منزل کھوٹی ہو جائے گی۔ زبانوں نے جھوٹ بولنا، ہاتھوں نے ظلم کرنا، آنکھوں نے خیانت کرنا، کانوں نے بے جا سننا، ذہنوں نے برا سوچنا اور دلوں نے بغض اور کینہ رکھنا چھوڑ دیا۔ اس کی جگہ عدل و احسان، صلہ رحمی، عفوو درگزر، الفت و غمگساری اور ایثار جیسے کریمانہ اخلاق نے لے لی۔ ہر عمل سے پہلے یہ دیکھنا کہ ”شریعت میں اس کا کیا مقام ہے؟“ اور تمام حالات میں یہ سوچنا کہ ”اس موقع اور وقت کا حکم کیا ہے؟“ ــــــ یہ بات ان کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ ادنیٰ نیکیوں کو بھی وہ حقیر نہ جانتے تھے اور حقیر سمجھی جانے والی برائیوں کو اپنے حق میں ہلاکت آفرین سمجھتے تھے۔ زندگی کا ہر لمحہ عبادت سمجھ کر گزارتے تھے اور اس

عبادت کی کیفیت بھی ایسی ہوتی جیسی انھیںؐ سکھائی گئی تھی: ((...اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ)) (مسلم، کتاب الایمان) ''کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر چہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو (خیال رکھو کہ) وہ تو تمھیں دیکھ ہی رہا ہے''۔ اخلاص کا عالم یہ تھا کہ اپنی نیکیوں کو، ریا کے ڈر سے ایسے چھپاتے تھے جیسے لوگ اپنی برائیاں چھپاتے ہیں۔ایسا تھا ان کا تقویٰ اور یونہی وہ گناہوں اور جہنم کے عذاب سے ڈرتے بچتے دوڑتے رہے۔اس دن کے خوف سے جو ہم سب پر آنا ہے، جس دن دل پاش پاش ہو جائیں گے، لیکن نظر بہت تیز ہو جائے گی، اپنا ماضی اور مستقبل صاف دکھائی دے گا کہ ___ کیا تھا اور کیا ہونے والا ہے:

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ﴾ (الأعراف ۷:۸۔۹)

''اور اس روز (اعمال کا) تلنا برحق ہے، تو جن کے پلڑے بھاری ہونگے وہی فلاح پانے والے ہیں اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، بسبب اس کے کہ ہماری آیات کی حق تلفی کرتے تھے''۔

اپنی نیکیوں کے عوض ___ آخرت سے پہلے، اس دنیا میں بھی ___ وہ عرش و کرسی کے مالک سے ایک ایسی دولت لے کر اپنی جھولی میں بھرتے تھے کہ ساری دنیا کے بازار بھی جس کی قیمت چکانے سے عاجز ہیں۔ایسی متاعِ بے بہا کہ اگر کوئی ہفت اقلیم کی سلطنت کے عوض بھی اسے خریدنا چاہے تو نہیں ملتی۔اور اگر کبھی مل جائے تو دو پھٹی پرانی چادروں میں ملبوس کسی شخص کے پاس بھی اتنی کثرت سے ہوتی ہے کہ اگر وہ اللہ کے اعتماد پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھے تو ''لَاَبَرَّهٗ'' ___ اللہ ضرور ہی اس کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔یہ دولت 'ایمان' کی دولت تھی اور اس کی وہاں فراوانی تھی۔ ایمان ___ جو چھن جائے تو زندگی موت ہے، جو داؤ پر لگ جائے تو کوئی نفع، نفع نہیں، کوئی خوشی،

خوشی نہیں ! ایمان ــــــ جو ہر نیکی سے بڑھتا ہے اور ہر بدی سے گھٹ جاتا ہے ! ایمان جسے ہمیشہ تازگی کی ضرورت رہتی ہے ! یہ ایمان کبھی خود ان کے لیے بھی اجنبی تھا، لیکن اب وہ اس کا منبعِ نور پہچان چکے تھے:

﴿وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا وَّعَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ﴾ ''اور جب انھیں اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں''۔ (الأنفال ۸:۲)

ان آیات کو سیکھنے سکھانے کے لیے وہ کبھی ارقمؓ کے گھر میں چھپ کے بیٹھے، کبھی صفہ کے آنگن میں اترے اور کبھی مسجدِ نبویؐ کے حلقوں میں اکٹھے ہوئے۔ یہاں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاوتِ آیات، تزکیہءِ نفس اور کتاب وحکمت کی تعلیم اور عمل کا ایک ایسا نصاب ونظام ملا، جس نے انھیں متقین کا امام بنا دیا۔ آج اگر دنیا میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اس کا ذریعہ یہی پاکیزہ لوگ بنے جو کل اپنی زندگیوں کو اس پیغام کی تبلیغ ــــــ اور اپنی جانوں کو اس کی حفاظت کی خاطر قربان کر گئے۔

شرفِ صحابیت سے فیضیاب ان ہستیوں کا ایمان جتنا بلند تھا، اسی قدر شدید محبت انھیں اپنے اللہ سے تھی۔ یوں تو یہ محبت ہر مومن کا خاصہ ہے: ﴿وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ﴾ (البقرہ: ۱۶۵) ''اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں'' لیکن وہاں اس کا رنگ ہی جدا تھا۔ جسؐ نے انھیں ایمان کی دعوت دی تھی، اس نے آدابِ محبت بھی سکھائے تھے: ((رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ لَکَ شَکَّارًا، لَکَ ذَکَّارًا، لَکَ رَھَّابًا، لَکَ مِطۡوَاعًا لَکَ مُخۡبِتًا، اِلَیۡکَ اَوَّاھًا مُّنِیۡبًا)) (الترمذي، کتاب الدعوات عن رسول اللّٰہؐ) ''میرے مالک، مجھے اپنا خوب شکر کرنے والا، خوب ذکر کرنے والا، خوب ڈرنے والا، بہت فرمانبردار، اپنے آگے جھکنے والا اور خوب آہیں بھرتے ہوئے اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا دے''۔ خود داعیؐ کی محبت ورفاقت کے خواب بھی دعاؤں کے قالب میں ڈھلتے رہتے تھے: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُکَ اِیۡمَانًا لَا یَرۡتَدُّ وَنَعِیۡمًا لَا

يَـنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ)) (احمد. عن عبد الله بن مسعودؓ موقوفًا) ''اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو کبھی واپس نہ پھرے، اور ایسی خوشحالی اور آرام جو کبھی ختم نہ ہو، اور ہمیشہ کی جنت کے بلند ترین درجے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور رفاقت مانگتا ہوں''۔ سچی بات یہ ہے کہ حلاوتِ ایمانی کی حرص کے سبب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم انؒ کے لئے ہر ماسوا سے زیادہ محبوب بن گئے تھے۔

حالات جیسے بھی رہے، دلوں میں پیوست یہ محبت کبھی کمزور نہ ہوئی کہ اس کا محل بہت مضبوط بنیادوں پر قائم تھا! دل، جو محبت کا محل ہے ـــــ آنکھ اور کان جو اس محل کی راہداریاں ہیں، ان سب کی حفاظت وہ کرنا جانتے تھے: ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر ٦:٣٥) ''بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن ہی جاننا''۔

طبعًا بے تکلف اور خوش مزاج تھے لیکن سنجیدگی ایسی تھی کہ مالک کی یاد اور اس سے منسوب چیزوں کو چھوڑ کر ـــــ غیر ضروری باتوں میں منہمک ہو جانا انھیںؒ قطعاً پسند نہ تھا۔ اسی کی انھیں ہدایت کی گئی تھی:

((لَا تُكْثِرِ الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ)).

''اللہ کے ذکر کے سوا دوسری باتوں کی کثرت سے بچو، اس لئے کہ یقیناً ذکر الٰہی کے سوا کثرتِ کلام دل کی سختی کا سبب ہے اور بے شک لوگوں میں سے اللہ سے سب سے زیادہ دُور سخت دل والا ہوتا ہے۔'' (الترمذي، ابواب الزهد)

ایک طرف فرائض کی پابندی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع ـــــ اور ساتھ میں تقویٰ واحسان، محبت و ذکرِ الٰہی، انابت الی اللہ، صبر و توکل، تسلیم و رضا، قناعت و شکر اور ایسی دیگر ایمانی صفات نے انھیںؒ ایسا بنا دیا تھا کہ آج پندرہویں صدی ہجری میں ہمارے لئے انؒ کی شخصیت اور مزاج کا کما حقہٗ تصور بھی غالبًا ممکن نہ ہو، یا اگر ممکن ہو تو شاید ''قابلِ فہم'' نہ ہو! تبع تابعین میں سے

ایک شخص نے حضرت سفیان ثوریؒ سے کہا: ''صحابہؓ اور ہماری کیا نسبت ہے؟'' فرمایا: ''اگر تم ان کو دیکھتے تو دیوانہ سمجھتے اور اگر وہ تم کو دیکھیں تو کافر و منافق سمجھیں اور تمہارے سلام کا جواب دینے کے روادار نہ ہوں''۔ (تاریخِ دعوت وعزیمت از ندویؒ:۶/۱۲۲)

ایک اور محرمِ حال نے ان صحابہؓ کے بارے میں کچھ یوں گواہی دی: ''کہاں ہیں وہ گروہ جنھیں اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ اسے قبول کر لیتے تھے؟ وہ قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے اعتقادات کو اس کے ساتھ مضبوط کرتے تھے۔ جہاد کے لئے برانگیختہ ہوتے تھے۔ (اللہ کے خوف سے) روتے روتے ان کی آنکھیں تباہ ہوگئی تھیں۔ ان کے شکم روزہ رکھتے رکھتے لاغر ہو گئے تھے، دعائیں کرتے کرتے ان کے ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ شب بیداریوں سے ان پر زردیاں چھا گئی تھیں۔ سجدوں کا غبار ان کے چہروں پر موجود رہتا تھا۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو چلے گئے''۔

غرباء کے حق میں یہ گواہی دینے والے خود اسی قافلے کے اوّلین شرکاء میں سے ایک ــــــ علی المرتضی رضی اللہ عنہ تھے۔

اے کاش یہ بچ جائیں جہنّم کی آگ سے

آخرت کی یہ حرص اپنی اپنی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ یہ تو وہ درد تھا جو صبح و شام دنیا والوں میں بانٹا جاتا تھا ــــــ کاش بستیوں والے جہنّم کی آگ سے بچ جائیں! اے کاش کہ بات ان کی سمجھ میں آ جائے! کیسے ممکن ہو کہ انھیں جنت کے راستے پر ڈال دیا جائے؟ '' یَومًا اَوْ بَعْضَ یومٍ '' ــــــ دن یا دن کے کچھ حصے کے اندر کیا کچھ نہ ہو جائے گا؟ جہنم انسانوں سے بھر دی جائے گی، جنت متقین کے قریب لے آئی جائے گی، کچھ بھی دور نہ ہوگی، ''یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ'' کاش میری قوم کو معلوم ہو جاتا! کچھ اسی لب و لہجے میں، ٹوٹے دلوں اور برستی آنکھوں کے ساتھ یہ مصلحین اپنے لوگوں کو سمجھاتے رہے۔ بتاتے رہے کہ دیکھو ہم تمہیں ایک اللہ کا بندہ بنا کر، دنیا کی تنگنائیوں سے نکال کر، آخرت کی وسعتوں میں پہنچانا چاہتے ہیں۔ قبر کی آزمائش اور پھر ایک سخت دن کے

عذاب سے بچا کر ایسے گھر (جناتِ عدن) کی راہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے ربّ نے جس کے بارے میں اپنے نبیؐ کے ذریعے ہم سے یہ سچے وعدے کر رکھے ہیں:

((اَعْـدَدْتُّ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَـمِـعَـتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَـلْـبِ بَشَرٍ، فَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ﴿ فَلاَ تَعْلَمُ نـفْـسٌ مَّآ اُخْـفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ﴾))

(السجدة :١٧)

(البخاري، كتاب بدء الخلق)

’’میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے (جنت میں) وہ وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، کسی کان نے نہیں سُنیں اور نہ کسی آدمی کے خیال میں وہ گزریں۔اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو:’’کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے‘‘۔

دعوت و اصلاح کا کام انھوںؓ نے جس سوزِ دل اور خیر خواہی کے جذبے سے کیا وہ انھیںؓ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تعلیم میں ملا تھا۔آپؐ کی دعوت کی تڑپ، اور صحبت کی تاثیر کا عالم یہ ہوتا تھا کہ صبح کو ایک شخص محض اپنی دنیا بنانے کے خیال سے آپؐ کے پاس آتا مگر شام نہ گزرتی کہ اس آدمی کی محبوب ترین چیز اس کا دین ہوتی تھی۔آپ ایسے داعیؐ، ایسے محسنؐ تھے جو فرماتے تھے:

((اِنَّـمَـا مَثَـلِـیْ وَمَثَـلُ اُمَّتِـیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَـوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ الدَّوَابُّ وَالْفَرَاشُ یَـقَـعْـنَ فِیْـهِ، فَاَنَا آخِذٌ بِحُجَزِکُمْ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهِ))

(مسلم، كتاب الفضائل)

’’بے شک میری مثال اور میری امت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ جلائی، تو حشرات اور پتنگے اس میں گرنے لگے، پس میں (اسی طرح) تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑے ہوئے ہوں (اور آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں) مگر تم ہو کہ اس میں گھسے جارہے ہو‘‘۔

لیکن اس قدر بے لوثی اور خیر خواہی کے باوجود بھی تھے تو یہ اجنبی ہی ___ اس لیے جواباً

انگاروں پر لٹائے گئے، کانٹوں پر چلائے گئے، گلیوں میں گھسیٹے اور دھوپوں میں جلائے گئے اور جلتی سلاخوں تک سے انھیں داغا گیا۔ ایسے میں یہ بے حال تو ہوئے لیکن بے یقین کبھی نہیں رہے، دُکھی تو ہوئے لیکن اطمینان کی دولت بھی صرف انھی کے حصے میں آئی۔ ایسے داعی اور ایسے مصلح دنیا والوں کے نصیب میں پھر کہاں؟

دلوں میں جل اُٹھے یہ کس کی محبت کے چراغ؟

ان کٹنے پٹنے والوں کے پاس ''حق'' تھا جو کبھی فنا نہیں ہوتا، جب کہ دوسری طرف دنیا پرستوں کی ساری عمارت ''باطل'' پر قائم تھی جس کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ اُدھر سے ستم کی ہر رُت آئی اور گزر گئی لیکن اِدھر چراغ سے چراغ جلتے گئے اور ایمان کی روشنی پھیلتی گئی۔ بالآخر صبر جیت گیا اور ظلمت ہار گئی، اخلاص کو فتح ملی اور دنیا پرستی مغلوب ہوگئی۔ شکستہ دلوں سے نکلنے والی دعاؤں، اور اخلاص و بے غرضی سے دی جانے والی دعوت نے کتنی ہی سنگلاخ چٹانوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ اب یہ اجنبی، اجنبی نہ رہے بلکہ ایسے بہت سے دلوں کے مکین بن گئے جن کے دروازے کل تک ان پر بند تھے، اسی کا ان سے وعدہ تھا:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴾

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے (دلوں میں) محبت پیدا فرما دے گا''۔ (مریم۱۹:۹۶)

وقت کی سعید روحوں نے اپنے خیر خواہوں کو پہچان لیا تھا۔ اللہ عزوجل کی سنّت یہی ہے کہ تاریخ کے ایسے ہر دور میں اہلِ سعادت اپنے محسنوں کو پہچان لیتے ہیں۔

اللہ کو اپنے سے محبت کرنے والے لوگ اتنے پسند ہوتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ ان کے درجے بڑھانے اور خطائیں مٹانے کے لئے انھیں آزمائشوں سے ہلا مارتا ہے تو دوسری طرف وہ انھیں زمانے کے سلیم الفطرت لوگوں کا بھی محبوب بنا دیتا ہے۔ صحابیء رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

مُصعب بن سعدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

((قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلاءً؟ قَالَ: "اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ؛ یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسَبِ دِیْنِهٖ، فَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِهٖ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ، وَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِهٖ رِقَّةٌ ابْتُلِیَ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِهٖ، فَمَا یَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰی یَتْرُکَهٗ یَمْشِیْ عَلَی الْاَرْضِ وَمَا عَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ))

(الترمذي،ابواب الزهد)

''میں نے پوچھا: یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کن لوگوں پر سب سے زیادہ آزمائشیں آتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: انبیاءؑ پر۔ پھر درجہ بدرجہ جو جتنا عالی مرتبہ ہوتا ہے (اتنی ہی شدید اس کی آزمائش ہوتی ہے) آدمی کو اپنی دینداری کے مطابق ہی آزمایا جاتا ہے۔ پس اگر اس کی وابستگی دین سے مضبوط ہوگی، تو آزمائش بھی اتنی ہی سخت ہو جائے گی۔ اور اگر اس کی دین سے وابستگی کمزور ہوگی تو بس اسی قدر اس کی آزمائش ہوگی۔ پس اس طرح مصیبت ہمیشہ بندے کے ساتھ (چمٹی) رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اسے زمین پر اس حال میں چلتا ہوا چھوڑتی ہے کہ اس کے ذمے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا''۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے بارے میں نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوشخبری بھی موجود ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا، دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ)) قَالَ: ((فَیُحِبُّهٗ جِبْرِیْلُ، ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا

''بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر۔ پھر جبریلؑ اس سے محبت کرتے

فَاحِبُّوْهُ،فَیُحِبُّهٗ اَھْلُ السَّمَآءِ)) قَالَ: ((ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ،وَ اِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلاَنًا فَاَبْغِضْهُ))،قَالَ ((فَیُبْغِضُهٗ جِبْرِیْلُ،ثُمَّ یُنَادِیْ فِیْ اَھْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ فُلاَنًا فَاَبْغِضُوْهُ)) قَالَ:((فَیُبْغِضُوْنَهٗ، ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِی الْاَرْضِ))

(مسلم، کتاب البر و صلة و الآداب)

ہیں اور آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے،تم بھی اس سے محبت کرو۔تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔پھر اس کے بعد زمین والوں میں اس کے لئے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دشمنی رکھتا ہے تو جبریلؑ کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں کا دشمن ہوں،تو بھی اس کا دشمن ہو پھر وہ بھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے دشمنی رکھتا ہے تم بھی اس سے دشمنی رکھو تو وہ بھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔اس کے بعد زمین والوں میں اس کی دشمنی ڈال دی جاتی ہے''۔

ہاتفِ غیبی اُدھر بھی دلوں میں ایسی ہی منادی کر چکا تھا۔یہ اعلانِ محبت ایک دن یثرب کی چھوٹی سی بستی میں بھی سنا گیا۔اُس روز جہاں مکہ کی گلیاں اپنے سے بچھڑنے والوں کے غم میں اداس تھیں تو دوسری طرف مدینے کی فضائیں خوشی کے گیتوں سے مترنم تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع

فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہونے والا چاند،جن ستاروں (اور کواکب) کے ساتھ طیبہ میں طلوع ہوا یہ وہی مرد و زن تھے جنھیں اپنوں نے دھتکار دیا تھا،لیکن آج انھیں پرایوں میں محبت کرنے والے مل رہے تھے۔میزبانوں کے دل شکرِ ہدایت سے لبریز تھے کہ مہمان اکیلے نہیں،

ایمان کی دعوت کے ساتھ آئے تھے:

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

دلوں میں صرف خدمت کا نہیں بلکہ اس پیغام اور صاحبِ پیغامؐ کی کامل اطاعت کا جذبہ بھی موجزن تھا جس کی خاطر ــــــ دراصل آنے والے آئے تھے:

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ مُطَاعٍ

نصرت کرنے والوں نے اہلِ ہجرت کو ایسے ہاتھوں ہاتھ لیا کہ کوئی مہاجر کسی انصاری کے گھر، بغیر قرعہ اندازی کے نہ جا سکا۔ تعلیمِ دین جو تیرہ سال ام القریٰ کے خوش بختوں کے نصیب میں (براہِ راست) رہی مواخات کی برکت سے نئے گھروں میں بھی سرعت کے ساتھ منتقل ہوگئی۔ مسلمان اب ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت تھے۔ نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اللہ پر ایمان رکھنے والی بہترین امت، اظہارِ دین کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکی تھی۔

اس دور میں جہاں شریعت کے دیگر مفصل احکامات جاری ہوئے وہیں ﴿کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ﴾ (البقرۃ۲:۲۱۶) ''(مسلمانو) تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے'' کی آیاتِ بیّنات بھی نازل ہوئیں، جو اُنؓ پر اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر قتال فرض کر گئیں ــــــ ایک ایسا حکم جسے کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل ساقط نہیں کر سکے گا۔ ﴿وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ﴾ کے احکام سننے کے بعد وہ بغیر کسی انتظار اور بہانے کے، (ممکنہ) استطاعت کی (آخری) حد تک اپنی تیاری کرتے رہے ــــــ قوت اور رباط الخیل کے ذریعے ــــــ تاکہ اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو دہشت زدہ رکھا جا سکے: ﴿تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ﴾ وہ جان گئے تھے کہ مسلسل ''اعداد'' (تیاری) کا یہ فریضہ ــــــ پوری امت کے لئے ایک تاحیات لائحہ عمل ہے، اور ایک ایسی عبادت کے لئے ہے جو حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادکاری سے بھی زیادہ افضل ہے۔ دین کے دیگر احکام کی طرح اس فریضے کے معاملے میں بھی وہ کبھی کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرے۔ مصلحت اور تاویل کے قیدی بننے سے تو وہ سرے سے نا آشنا تھے، خصوصاً جب کہ

وحیٔ الٰہی یہ اعلان بھی سنا چکی تھی:

﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَلَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ جٰھَدُوۡا مِنۡکُمۡ وَ یَعۡلَمَ الصّٰبِرِیۡنَ﴾ (اٰلِ عمران ۳:۱۴۲)

''کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟''

جو کتاب ہم سے کہہ دے وہی فیصلہ ہمارا

جب ان کے سامنے ﴿فَاعۡفُوۡا﴾ ''معاف کردو'' ﴿وَاصۡفَحُوۡا﴾ ''چھوڑ دو'' ﴿کُفُّوۡا اَیۡدِیَکُمۡ﴾ ''اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو'' جیسے احکام تھے تو ان سے بڑھ کر کوئی حلیم نہ تھا۔لیکن جب جبریلِ امینؑ آسمانوں پر سے ﴿وَاغۡلُظۡ﴾ ''سخت ہو جاؤ'' ﴿خُذُوۡھُمۡ﴾ ''انھیں پکڑو'' ﴿وَاحۡصُرُوۡھُمۡ﴾ ''انھیں گھیرو'' ﴿قَاتِلُوۡا﴾ ''جنگ کرو'' ﴿اُقۡتُلُوۡا﴾ ''قتل کرو'' ﴿فَاضۡرِبُوۡا﴾ ''مارو'' ﴿ضَرۡبَ الرِّقَابِ﴾ ''گردنیں اڑاؤ'' اور ﴿شُدُّوا الۡوَثَاقَ﴾ ''مضبوطی سے باندھو'' ____ جیسی روشن آیات لائے تو ان کی مثل میدانوں کے شیر بھی کسی نے نہ دیکھے تھے۔متاع الغرور ''دھوکے کے سامان'' کی قیمت کا تعین تو وہ پہلے سے کر چکے تھے لیکن اب ﴿...تِجَارَۃٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ﴾ کا مرحلہ تھا۔دردناک عذاب سے بچانے والی اس تجارت کی خاطر انھوں نے باغات بیچے، جاگیریں وقف کیں ____ اپنی عالی شان سواریوں کو سجایا اور بچایا نہیں، بلکہ انھیں اللہ کی راہ میں چلاتے اور تھکاتے رہے۔ پھر جونہی موقع ملا بہترین دام طے کرتے ہوئے ان کا سودا کیا، خود اپنی جان کے بھی مول لگائے اور پھر بغیر کسی خیانت وبخل اور تذبذب کے پوری پوری ادائیگی کرتے ہوئے اپنا عوض وصول کرنے ہیرے موتی کے خیموں، سونے چاندی کے محلات، مشک وزعفران کی زمینوں اور دودھ وشہد کی نہروں کی دنیا میں چلے گئے۔ کیا خوب تھا وہ سودا جو انھوںؓ نے اپنے ربّ سے کیا! بے شک تاریخ کے ہر دور میں ذہین

لوگوں نے ایسے ہی نقد سودے کیے ہیں۔ یہ سوداگر دیکھنے میں تو سادہ مزاج نظر آتے ہیں لیکن دراصل یہ ذہانت کی معراج پر ہوتے ہیں۔تورات وانجیل اورقرآن کی گواہیاں ان کے، اور قیامت تک آنے والے جنت کے ان خریداروں کے میثاقِ تجارت پر ثبت ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰـهَ اشْتَـرٰی مِـنَ الْـمُـؤْمِـنِیْنَ اَنْـفُسَهُـمْ وَاَمْـوَالَهُـمْ بِـاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُـقَـاتِـلُـوْنَ فِـیْ سَبِیْـلِ اللّٰـهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُـقْتَـلُـوْنَ وَعْـدًا عَـلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْـجِیْـلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِـنَ اللّٰــهِ فَـاسْتَبْشِـرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِکَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (التوبة۹:۱۱۱)

''بے شک اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اوراموال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔وہ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اورقتل ہوتے بھی ہیں۔ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہےتورات وانجیل اورقرآن میں۔ اورکون ہے جواللہ سے بڑھ کراپنے عہدکو پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جوتم نے اللہ سے چکا لیا ہے، اور یہی بڑی کامیابی ہے''۔

بڑی کامیابی کے اس فی سبیل اللہ سفر میں ہدف ان کے سامنے بہت واضح رہا: ﴿وَقَـاتِـلُـوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (الأنفال۸:۳۹) ''اوران کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہےاوردین پورا کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے''۔ فتنے یعنی کفروشرک کی شوکت وبالادستی کے خاتمے،مظلوم مسلمانوں کی نجات اورمکمل غلبہء دین تک قتال ____ اس امر میں انھیںؓ کوئی ابہام نہ تھا کہ یہ بات لا الــہ الا اللّٰــہ ''اللہ کےعلاوہ کوئی الٰہ نہیں'' کے تقاضوں میں شامل تھی۔ چنانچہ اس دعوت کوردّ کرنے والے اورمزاحمت کرنے والے اپنے انجام کو پہنچے۔ قریشِ مکہ کے متکبرین کومکّی دورمیں دی جانے والی نبویؐ بشارت ((...اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَقَدْ جِئْتُکُمْ بِالذَّبْحِ)) (احمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاصؓ) ''سن رہے ہو!اس

ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، میں تمہارے پاس (تمہارے) ذبح (کا حکم) لے کرآیا ہوں‘‘ ____ پوری ہوئی۔فتنہ گراور بدعہد یہود (بنوقینقاع بنونضیر) کوان کے دیاروں سے جلاوطن کردیا گیا۔غداراور خائن بنوقریظہ پر سات آسمانوں کے اوپر سے ہوااللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوکر رہا، ان کے چھ سو سے زائد اہلِ قتال (تمام بالغ مرد) ،ایک وقت میں تہہِ تیغ کر دیے گئے۔خیبر کی تباہی:((اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ)) (البخاري، كتاب الصلوٰة) کا اعلان ہوااور:((اِعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ)) (البخاري، كتاب الاكراه) ’’جان لوکہ زمین اللہ اوراس کے رسول کی ہے‘‘ ____ کہہ کر یہود کے بقایاجات مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکال دیے گئے۔

توحید کی دعوت کفر کے اماموں کو بھی دی گئی۔قیصر سے صاف صاف کہہ دیا گیا:((اَسْلِمْ تَسْلَمْ)) (البخاري، كتاب بدء الوحي) ’’اسلام لے آؤ، بچ جاؤ گے‘‘۔کسریٰ اوراس کے غلاموں کے لئے واشگاف بددعا سنادی گئی:((اَنْ یُّمَزَّقُوْا کُلَّ مُمَزَّقٍ)) (البخاري، كتاب العلم) ’’وہ بالکل ہی پھاڑ دیئے جائیں‘‘۔پھر لا الٰہ الا اللّٰہ کی یہ صدا کعبے میں بلند کی گئی، یہ ربِّ کعبہ کی حاکمیت کا عالمگیر اعلان تھا۔انکار کرنے والوں سے اقتدار چھین لیا گیا۔منکرینِ حق کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلانِ جہاد بڑا واضح تھا:

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوا: لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، فَمَنْ قَالَ: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ نَفْسَہٗ وَمَالَہٗ اِلَّا بِحَقِّہٖ، وَحِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ)) (البخاري، كتاب الجهاد)

’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہیں پس جس نے لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ دیا تواس نے اپنے جان و مال کو مجھ سے بچالیا،مگر کسی حق کے بدل۔اوراس کا حساب اللہ پر رہے گا‘‘۔

مشرکینِ عرب کو اسلام یا تلوار میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑا۔اہلِ کتاب کے لئے بھی مسلمان ہونے یا پھر اسلام کی رعایا بن کر رہنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔یوں خیر القرون کا زمانہ اپنے جلو میں ستائیس غزواتِ رسول ؐ،اور سینتالیس سرایائے صحابہؓ کے انمٹ نقوش تاریخ کے صفحات پر رقم

کرتا ہوا گزرا۔اب اسلام کی ان برگزیدہ ہستیوں کا دورِ خلافت تھا، کہ زمین کی پشت پر (انبیاءؑ کے بعد) کوئی بشر ان کے جیسا نہیں گزرا۔

تمام ادیانِ باطل پر دینِ حق کے غلبے کی خوش خبری﴿ ...لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه﴾ ____ تو وہؓ اور ان کے ساتھیؓ اس وقت بھی سُن چکے تھے جب انھیں فتحِ مکّہ سے بہت پہلے، بظاہر بے بسی کے عالم میں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔اسی طرح فارس و شام اور یمن کی فتوحات کی بشارتیں بھی انھیں ایک ایسے یومِ عسرت میں مل چکی تھیں جب پورے عرب نے ان کو مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں گھیر رکھا تھا اور وہ بھوک، خوف اور سردی کے عالم میں دارالاسلام کی حفاظت کے لئے خندقی مورچے کھود رہے تھے۔لیکن اب ان سچے وعدوں کی تکمیل اور کفری اقتدار کے عالمگیر قفل توڑنے کا موسم آچکا تھا۔ چنانچہ اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے اللہ کے شہسوار میدان میں نکلے۔ابو عبیدہؓ بن الجراح نے ہرقل کو ہمیشہ کے لیے شام سے نکال دیا، عمرو بن العاصؓ نے مصر کو اسلام کے لئے زیر کیا، عراق و ایران پر لا الٰہ الا اللّٰہ کا علم سعد بن ابی وقاصؓ نے لہرا دیا۔

پھر خلافتِ راشدہ کے دورِ زرّیں کے بعد بھی اسلام کی تلوار حرکت میں رہی۔قتیبہ بن مسلمؒ نے خُراسان و ترکستان کے طول و عرض میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان کیا، محمد بن قاسمؒ نے جاہلیت کا یہی قُفل سندھ و ہند میں اپنی تلوار سے توڑ ڈالا۔ یورپ کے دروازے پر لگے یہ بند طارق بن زیادؒ اور ان کی سپاہ نے کھولے۔آئمہ ءکفر راستے سے ہٹا دیئے گئے، انسانیت کو لا الٰہ الا اللّٰہ قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔جس نے یہ دعوت قبول نہ کی اسے مجبور نہ کیا گیا لیکن اپنے ہاتھ سے جزیہ دے کر اور ذلیل بن کر رہنا اس کا مقدر بن گیا، کیونکہ ''کتاب'' کا فیصلہ یہی تھا!

یوں جہاں ایمان کی تلواریں کفری اقتدار کے پھاٹک توڑتی گئیں وہیں ساتھ ساتھ قرآن کا نور دلوں کو فتح کرتا چلا گیا۔اس قرآن کو سمجھنے میں نئے ایمان والوں کو کچھ بھی دشواری پیش نہ آئی کیونکہ اس کی چلتی پھرتی تفسیریں تو وہ صبح و شام اپنے اردگرد دیکھتے تھے۔صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی جیتی جاگتی شرحیں بھی ان کے درمیان زندہ کرداروں کی شکل میں موجود تھیں۔اب اسلام

نہ صرف یہ کہ انجان اور نا مانوس نہ تھا بلکہ صورت اس کے بالعکس تھی۔ اس کے دامنِ رحمت میں لاکھوں میل کی سلطنت تھی، عرب وعجم کے خزانے تھے، خیر و برکت کی وہ کانیں تھیں جنہوں نے تفقہ فی الدین کے چشمہ ءنور سے منور ہو کر اصلاح کی کرنیں پورے عالم میں بکھیر دیں۔ دنیا شریعت کے سایۂ رحمت میں آ گئی اور پھر تاریخ وجغرافیہ کے طول وعرض نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کثرت دیکھی جو قیامت کے دن بھی دیگر انبیاءؑ کے مقابلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان قرار پائے گی۔

ہے عدل کا تقاضا کفار سے عداوت

اس سارے سفر میں عدل (ہر چیز کو اپنے صحیح مقام پر رکھنا) انؐ کے ہر عمل کی اساس تھا۔ گھر کی چوکھٹ ہو یا دنیا کا آنگن، محبت ونفرت انھی پیمانوں پر استوار تھی:

((مَنْ اَعْطٰی لِلّٰہ تَعَالٰی، وَمَنَعَ لِلّٰہ تَعَالٰی، وَاَحَبَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَاَبْغَضَ لِلّٰہ تَعَالٰی، وَاَنْکَحَ لِلّٰہِ تَعَالٰی فَقَدِ اسْتَکْمَلَ اِیْمَانَہٗ))

''جس نے دیا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور روکا تو اللہ تعالیٰ کے لیے، محبت کی تو اللہ تعالیٰ کے لیے، اور بغض رکھا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے تو یقیناً اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی''۔ (احمد، مسند مکّیین)

چنانچہ اس ایمان کا اثر تھا کہ وہ تمام انسانوں کو قطعاً ''ایک برادری'' نہیں سمجھتے تھے، نہ ہی سب انسان ان کے نزدیک ''برابر'' تھے۔ عباد اللہ (اللہ کے بندوں) اور عباد الطاغوت (سرکشوں کے غلاموں) کی تقسیم ان کے ہاں بڑی واضح تھی اور ان میں سے ہر ایک کو وہ (شرعی حیثیت اور حق کے مطابق) اپنے مقام پر رکھتے تھے۔ اِدھر والوں کے حق میں وہ ﴿اَذِلَّةٍ﴾ ''نرم دل'' اور ﴿رُحَمَآءُ﴾ ''مہربان'' تھے اور ان کی خاطر حقیقتاً اپنے جان و مال تک سے گذر جاتے تھے۔ جب کہ اُدھر والوں کے مقابلے میں ﴿اَعِزَّةٍ﴾ ''سخت'' اور ﴿اَشِدَّآءُ﴾ ''تیز'' تھے۔ اِن سے تعلق

﴿وَلِیٌّ﴾ ''دوست (مددگار، محبت کرنے والے)'' کا تھا، جب کہ اُن سے یہ﴿بَرِیٓءٌ﴾ ''بیزار (دستبردار و کنارہ کش)'' تھے۔ ناحق ایک انسان کی جان لینا اُن کے نزدیک پوری انسانیت کے قتل جیسا تھا لیکن ناحق ایک انسان کو چھوڑ دینا ___ اسے بھی وہ اپنے ایمان کا مسئلہ سمجھتے تھے۔ اہلِ کفر و شرک سے تعلق کی بابت ان کا اساسی اعلان وہی تھا جو اُن کے اور ہمارے امام ابراہیمؑ کا تھا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ (الممتحنة ۶۰:۴)

''(مسلمانو!) تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ہم میں تم میں ہمیشہ کے لئے کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی جب تک کہ تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لے آؤ''۔

یہ ہے ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا اُسوہ۔﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾(البقرۃ:۱۳۰) ''اور ملّتِ ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو''۔

خزاں کی گرد نے دھندلا دیے چہرے اپنے

خیر القرون کا زمانہ گزرا اور پھر ایک ایک کر کے چودہ صدیاں گزر گئیں۔ شیطان کے ساتھیوں اور رحمٰن کے بندوں کے درمیان کشمکش بھی، سرفروشی کے فسانے کو آگے بڑھتی رہی۔ ایمان بالغیب اور اس کے تقاضوں کی دعوت کو مٹانے اور دھندلانے کیے لئے، اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح نت نئے فتنے بھی نازل ہوتے رہے یہاں تک کہ قربِ قیامت کی نشانیاں لئے تاریخ کا وہ دور بھی آ گیا، آج جس سے ہم گذر رہے ہیں۔ جب یہود و نصاریٰ اور ان کے متعفن معاشروں کی سڑانڈ

سے جنم لینے والی مغربی تہذیب اپنی ساری آرائش وآلائش، ثقافت وکثافت اورفکر وکفر کے ساتھ دنیا پر راج کرنے لگی اور تہذیب کے امام وہ قرار پائے جو اپنی شناختی دستاویزات میں، ولدیت کے خانے میں ـــــ صرف اپنی ماں کا نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں! وہ انسان جو دنیا میں اللہ کی بندگی اور وحی کی تعلیمات کی پیروی اور اقامت کے لیے آیا تھا، وہ بھی اس تہذیب کے اثرات سے اپنا دامن نہ بچا سکا (الا ما رحم ربّی) اور رسولِ صادق وامین صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ پیشین گوئیاں کھلی آنکھوں سے دیکھی جانے لگیں:

((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا، وَ ذِرَاعًا ذِرَاعًا، حَتّٰى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ)) قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ ((فَمَنْ؟))
(البخاري، كتاب الاعتصام)

''یقیناً تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقوں کی بالشت بہ بالشت اور گز بہ گز پیروی کرو گے حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی پیروی کرو گے''۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا یہود و نصاریٰ کی (پیروی)؟ آپؐ نے فرمایا ''تو اور کس کی؟''

یہود و نصاریٰ کے اتباع، ان سے مرعوبیت، معذرت خواہانہ رویوں، اور اللہ کے معاملے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کے خوف نے دنیا میں ہماری امتیازی شناخت کو دُھندلا کر رکھ دیا۔ وضع قطع ان شکلوں کی اختیار کی جانے لگی، جہنم میں پھینکے جانا جن کا مقدر ہے۔ لباس اور زبان میں نقالی اُن کی ہونے لگی جو محمدٌ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اوّلین دشمن، اور آپؐ کے پیرو کاروں کو کھلم کھلا بدتہذیب قرار دیتے ہیں۔ چھری کانٹا پکڑنے تک کے آداب ان سے لیے گئے، شراب وسؤر جن کی گھٹی میں پڑے ہیں۔ آلودگی سے بچاؤ کا درس وہ دینے لگے جو طہارت و پاکیزگی کے ابتدائی آداب تک سے واقف نہیں۔ نصابِ تعلیم تو کیا مقصدِ تعلیم بھی ان کا اپنا لیا گیا جو اپنا شجرۂ نسب بندر سے جوڑنے والے ہیں۔ آسمانوں سے ہدایت لے کر اترنے والی زبان عربیٔ

مبین اپنوں میں بیگانی ہوگئی، مقابلے میں غیروں کی زبانیں سیکھی نہیں بلکہ ''اختیار'' کر لی گئیں۔ جنہیں سلام میں پہل کرنے کی ممانعت اور تنگ راستوں کی طرف مجبور کر دینے کا حکم تھا ان کی تعظیم وتکریم ہونے لگی، بلاتفریقِ مذہب وملت سب کو بھائی بھائی قرار دیا گیا۔ مغرب نے اپنے ظلمت کدوں کو جن مصنوعی روشنیوں سے چمک بخشی اور جن فنون کے بل پر بخشی، انھی کا سیکھنا سکھانا زندگیوں کا ہدف بن گیا۔ ایک طبقے نے مسلم علماء کے بجائے علمائے یہود و نصاریٰ سے علومِ اسلامیہ کے حصول کو فخر جانا۔ سہانے مستقبل کے خواب لیے، دارالکفر کے اُن باسیوں میں جا بسنا ___ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا تھا اور جو گمراہ ہو چکے تھے ___ معیارِ زندگی کی علامت بن گیا۔ پھر انھی ملکوں کے نظام اور قانون کی تعریفیں ہونے لگیں اور یہ تعریفیں کرتے وقت سوچا بھی نہ گیا کہ یہ مدح سرائی نواقضِ اسلام میں سے ہے۔ (کیا ایک چمکتے دمکتے بیت الخلاء کو، جو سونے چاندی کی ملمع کاری کے باوجود بھی جائے غلاظت ہی رہتا ہے دارِ قرار، عافیت کدہ یا ایک مثالی جگہ قرار دیا جا سکتا ہے؟) پرانے آقا دوسری جنگِ عظیم کے بعد جو ''آزادیاں''، اطوار و اخلاق اور طرزِ حکمرانی دے کر گئے، وفاداروں نے اس کو مزید مضبوط کیا۔ نظام ہائے مملکت کو اقوام متحدہ کی صورت میں قائم بین الاقوامی جمہوری جبر کے زیرِ نگیں کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں قانون سازی کے لیے ایوان سجے، کفری قوانین اور فیصلوں کی تنفیذ کے لیے عدالتیں بنیں، سود اور سٹے پر مبنی معاشی ڈھانچوں کے ذریعے امت کے وسائل کو عالمی طاغوتی اداروں کے ہاں رہن رکھوا دیا گیا، خارجی و داخلی معاملات میں اہلِ اسلام کو ایسے معاہدات کا پابند ٹھہرایا گیا جن کے بارے میں اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری تھی۔ بیتِ عتیق کے ربّ کو چھوڑ کر بیتِ ابیض میں بیٹھے ہوئے فرعونوں کی بندگی اختیار کرنے والوں نے ایسے وطیرے اختیار کئے کہ پوری امت اپنے بدترین دشمن کے ہاتھوں یرغمال بن گئی، حقیقتاً آج رومیوں کا سردار ہی پوری اسلامی دنیا کا حاکم ہے۔

اس تشبہ اور غلامی کے ہمارے اندازِ فکر پر جو اثرات پڑنے تھے وہ کس سے پوشیدہ ہیں؟ احکامِ شریعت کی بے وزنی، ایمانی نقطۂ نظر کے بجائے اشیاء وحوادث کی ظاہر بین نگاہوں سے جانچ پرکھ

اور مغربی تہذیبی اقدار کو ''اسلامیانے'' کی کوششیں ____ اسی مرعوبیت کے کرشمات ہیں۔ مسلم دنیا میں اس مہم کے سرخیل، متجدّ دین اور رائے پرستوں کے مختلف طبقات ہیں۔ حالات کا تجزیہ ہو یا مسائل کی تشخیص اور ان کا حل، ان کے نزدیک نصوصِ قرآن وسنّت اور ان کی مستند تشریحات سے زیادہ اہم عقل، منطق اور ''تمام انسانیت'' کی تسلی پر مبنی توجیہات ہوتی ہیں۔ یہ طبقہ اوّل تو اسلامی فقہ کے اس تمام ذخیرے ہی کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رکھنا چاہتا ہے جو مسلمانوں کو اہلِ سنت و الجماعت کے منہج سے جوڑے۔ یا پھر اسلام کی ایسی تشریح و تعبیر اس کی جدوجہد کا مرکز ہوتی ہے جو دنیائے کفر کو مطمئن رکھے، اُن کی اقدار کی نفی کے بجائے اسی میں سے اپنے لئے گنجائشیں نکالے۔ شرعی اصطلاحات کی ایسی توضیح جس سے عالمی جاہلی نظام پر زد نہ پڑے اور خود اس عالمی نظام کی اصطلاحات اور اقدار کی ایسی تعبیر جس سے انھیں اسلامی جواز فراہم کیا سکے، اور باور کرایا جائے کہ ''یہی کچھ تو اسلام (چاہتا) ہے'' ____ یہ کام ان کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔

خود مغربی مفکرین اس بات کو بکثرت دہرا چکے ہیں کہ مسلمانوں پر محنت سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ''اسلام پر محنت کی جائے''۔ لہٰذا چودہ سو سال پر پھیلے ہوئے عظیم الشّان علمی ذخیرے سے کاٹ کر ایک ایسے اسلام کا تعارف جو شرعی پابندیوں سے آزاد اور بے خار و بےضرر (غیر ذات الشوكة) ہو، رائے پرستوں کے ان طبقات کے ذریعے پورے عالمِ اسلام میں پھیلایا جا رہا ہے۔ تحقیقاتی اداروں اور نشریاتی چینلوں کے ذریعے اسلام کی یہ نئی تشریح پورے زور وشور سے جاری ہے۔ نصابی کتب کا ایک ایک مضمون خود بول رہا ہے کہ اس کے پیچھے کیا ذہنیت کارفرما ہے۔ سب سے اہم ہدف جو انھیں دیا گیا ہے وہ 'ولاء و براء' میں تحریف کا ہے حالانکہ ''ولاء'' (یعنی محبت ونصرتِ مومنین) اور ''براء'' (یعنی بغض وعداوتِ کافرین) ____ کا عقیدہ اہم ترین اسلامی عقائد میں سے ہے۔ حتیٰ کہ بعض اہلِ علم کے نزدیک توحید کے بعد، قرآنِ مجید میں جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہی عقیدہ ہے۔ مگر یہ متجدّ دین مسلمانوں کے ذہنوں سے اس عقیدے کو کھرچ دینا چاہتے ہیں اور اس کے بجائے کفار سے موالات اور مومنین ومجاہدینِ صادقین سے برآءت

____ کی فضا عام کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ اپنے فضل سے ہمیں اور ہماری آئندہ نسلوں کو اس فکری ارتداد سے بچائے۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

مسلم معاشروں کی مغربی تہذیب سے اثر پذیری کا ایک اور افسوس ناک پہلو موضوعِ دعوت کی تبدیلی کی صورت میں سامنے آیا۔ پختہ نالیاں، مضبوط کھمبے، کشادہ سڑکیں، آبی وسائل، رسائل کے ذرائع اور ان جیسی تمدنی سہولیات کی فراہمی انسانیت کی عظیم خدمت قرار پائی۔ اس کام کو بڑی عبادت کا درجہ مل گیا اور امت کے بہترین دعوتی، مالی و انسانی وسائل اس عمل کے لیے جھونک دیئے گئے۔ اس غلو کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جنہیں امت کی اصلاح کرنا تھی، نیکیوں کا حکم دینا تھا، برائیوں سے روکنا تھا، تلاوتِ آیات، تزکیہءنفوس، تعلیمِ کتاب وسنت کی روشنی کو عام کر کے لوگوں کو جنت کے دروازوں کی طرف بلانا تھا، جہاد کا علم اُٹھانا تھا____ ان کی صلاحیتوں اور مصروفیات کا بیشتر حصہ ایسی ہی کامیابیوں کے حصول میں کھپ گیا۔ ''فرائض کی ادائیگی'' کی دعوت کی جگہ ''حقوق کی فراہمی'' کے وعدوں نے لے لی۔ دل اگر اس پرخون کے آنسو روئیں تو انھیں حق ہے کہ انھی کی زندگی کا تو سامان تھا جو جاتا رہا۔

جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

کیسی جنت ہے جس نے آگ میں جھلسایا ہے؟

یہ ساری تبدیلیاں بلاوجہ نہیں ہیں بلکہ شعوراً یا لاشعوراً مغربی اقدار وتصورات کو قبول کرنے کا نتیجہ ہیں۔ فقہاء نے یہ بات صراحت کے ساتھ لکھی ہے کہ جب ہم (بطور فرد یا قوم) کسی کی مشابہت اختیار کرتے ہیں تو دراصل اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اُس فرد یا قوم کی عظمت اور محبت ہمارے دل میں ہوتی ہے۔ یہی بات بالعکس بھی ہے یعنی یہ کہ کسی کی ظاہری مشابہت اختیار کر لینے سے باطنی اثرات بھی فوراً وارد ہوتے ہیں، خیالات وتصورات اور پھر رویے بھی بدل جاتے ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سختی سے کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا اور تنبیہ فرمائی کہ: ((مَنْ تَشَبَّـهَ بِقَـوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) (ابوداود، کتاب اللباس) ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں (شمار) ہوگا''۔ اتنی شدید وعید کے بعد اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اہلِ کفر کی ظاہری و باطنی مشابہت سے گلوخلاصی ہمارے ایمان اور نجات کے لئے کتنی اہم ہے۔

مغربی تہذیب سے اپنی ہمہ جہت اثر پزیری کو زائل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اوّلاً اسلامی عقائد کی روشنی میں ـــــ تہذیبِ جدید کے تصوراتِ زندگی اور اس کے اقدار و نظریات کو سمجھا جائے، اس کے اصل عزائم کو بھانپا جائے اور پھر دیکھا جائے کہ اہلِ اسلام کے پاس ان تصورات اور اقدار پر مبنی نظامِ زندگی کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

مغربی تہذیب دراصل ایک ایسی تہذیب ہے جس نے دنیا کو لا الٰہ الا الانسان کا نعرہ دیا اور ''اُعْبُدُوا اللّٰهَ'' ''اللہ کی عبادت کرو'' ـــــ کے فریضے کو انسان کے ذہن سے کھرچ دیا۔ آج کا مغرب، انسان کو الٰہ (معبود) اور حاکم (فرمانروا) مانتا ہے۔ خیر و شر کے پیمانے اسی کے ہاتھ میں تھماتا ہے اور پھر اس الٰہ کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ ''جو چاہے اپنے لیے خواہش کرے'' اور ''جس چیز کو چاہے اپنی ضرورت قرار دے''۔ ''ہر آسائش طلب کرنا'' اور ''من چاہا اندازِ زندگی اختیار کرنا'' اس کے لیے جائز ہے۔ اور یہ سارے ''حقوق'' اور ''آزادیاں'' اس کو حاصل ہیں۔

ساتھ ہی اس تہذیب کے پیشواؤں نے '' نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ '' ''ہم ہی تمھیں رزق دیں گے'' کا خدائی دعویٰ کر کے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ '' تمہارے سارے مادی مسائل کو حل کرنا''، ''ہر (خود ساختہ) خیر کو تمہارے قدموں میں رکھنا، اور ہر (خود ساختہ) شر کو تم سے دور کرنا'' اور '' تمہاری نفسانی خواہشات کی تکمیل کا سامان کرنا'' ہماری اولین ذمہ داری اور فریضہ ہے۔ چنانچہ انسان ہی اس تہذیب میں ربوبیت کے منصب پر بھی فائز ہے۔ پس ایک ایسی دنیا ـــــ جہاں انسان کو فکر وعمل میں ردّ و قبول کی کامل آزادی ہو، فرائض ''اُعْبُـدُوا اللّٰـهَ'' کی دعوت نہ ہو بلکہ حقوق یعنی ''مَـا تَشْتَهِـىْ اَنْـفُسُـكُـمْ'' کی مثل ہر طرح کی خواہشات، نعمتوں اور آسائشوں کو پورا کرنا کسی کی ذمہ

داری ہو ـــــ اسے مغرب اپنی ''جنت'' قرار دیتا ہے۔آج کا مغربی معاشرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی ایک اکمل تصویر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے:

((الـدُّنيَـا سِـجْـنُ الْـمُـؤْمِـنِ وَجَـنَّةُ الْكَافِرِ)) (مسلم، كتاب الزهد والرقائق) ''دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے''۔

اس دنیاوی جنت کا حصول واستحکام مغرب کا منتہائے مقصود ہے۔ان کے تمام علوم وتحقیقات (معاشی، فنّی، عمرانی اور سائنسی) کا کل حاصل یہی متاعِ قلیل (دنیاوی جنت) ہے۔﴿يَعْلَـمُوْنَ ظَاهِـرًا مِّـنَ الْـحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (الروم۳۰:۷) ''یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی غافل ہیں''۔

جو فرد یا قوم بھی آج مغرب کے اس مذکورہ بالا دِین کو، جسے وہ عرف میں ''جمہوریت'' کہتے ہیں، قبول کر لے تو اس کے لئے وہ سب کچھ ہے ـــــ کہ جو آج خود اُنھیں میسّر ہے۔مساوات کا مطلب ان کے ہاں ہے ہی یہ کہ ہر انسان جو ان اقدار کو اختیار کر لے، تو اسے اپنی خواہشات کے مطابق ـــــ دنیا، اس کے عیش، اور اس کی سہولیات سے متمتع ہونے ـــــ اور اپنے تصوراتِ خیر و شر کے مطابق من چاہی زندگی گزارنے کی ''یکساں آزادی اور مواقع'' حاصل ہوں گے۔اور کسی کو اس معاملے میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

(جس تہذیب کے بنیادی عقائد یہ ہوں اور انھی پر اس کی ساری عمارت کھڑی ہو ـــــ اس میں ہمارے لیے کوئی اسوہ ہوسکتا ہے؟ کیا اس کی اقدار اور نظام میں اپنے لئے گنجائشیں تلاش کی جا سکتی ہیں؟ انھیں اسلامی جواز فراہم کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا کوئی مشترک اقدار تلاش کی جا سکتی ہیں جو اس فتنہء عظیم اور اسلام کے درمیان خلیج کو مٹا سکیں؟)

مغرب اس دین کو پوری دنیا پر نافذ کرنا چاہتا ہے، تا کہ یکساں اقدار کے فروغ کے نتیجے میں اس کی تہذیب کو کسی قسم کا بیرونی خطرہ لاحق نہ رہے، اور کرّۂ ارض کی امامت (اس دین کا پیشوا ہونے کی وجہ سے لامحالہ) اسی کے ہاتھ میں رہے۔اسی بات کے پیشِ نظر وہ اپنی ''جنت سازی'' کے اس

عمل میں شرکت کی ہر شخص کو اجازت، موقع اور آزادی دیتا ہے اور اس کے لیے ہر طرح کی قانون سازی کو روا سمجھتا ہے۔ اور مغرب میں جا بسنے والے مسلمان بھی اگر اُن کے ساتھ حقوق کی سیاست، آزادیوں کے فروغ، سرمائے کی بڑھوتری اور اپنی دنیا کو بہتر سے بہتر بنانے کی اس جدوجہد میں شریک ہو جائیں تو اس سے ان کا کیا بگڑتا ہے؟ بلکہ اس طرح انھیں مسلم دنیا سے مخلص خدمت گذار، چُنیدہ محققین، باصلاحیت (اور صاف ستھرے) ڈاکٹر، دیانت دار انجینئر ____ اور دوسری طرف بلادِ اسلامیہ میں واپس جا کر ان کی تہذیبی اقدار کی تنفیذ کرنے والے ماہرینِ تعلیم، مستشرقین، مداہنت کر جانے والے مذہبی وسیاسی پیشوا، ''اعتدال پسند'' مفکرین، اجرتی مصنفین اور ضرورت پڑنے پر نگران اور عبوری وزراء و حکام بھی مل جاتے ہیں۔ بلکہ ہر اسلامی ملک کے لیے ان کے پاس ایسی کھیپ ہر وقت موجود رہتی ہے۔ کم از کم فائدہ جو وہ مسلمانوں کے دارالکفر میں جا بسنے سے اٹھاتے ہیں وہ یہ ہے کہ کفر سے کراہت اور براءت کی خلش مسلمانوں کے دلوں سے نکل جاتی ہے اور اقبالؔ سے معذرت کے ساتھ:

مسٹر کو ہے مغرب میں جو سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

کاش دارالکفر میں جا بسنے سے متعلق ہمارے مسلمان، خصوصاً نوجوان شریعت کے احکام پڑھ لیں! ان احکام کے علاوہ ہمارے ایمان کی محافظ آخر کیا چیز ہے؟ اور ایمان سے بڑھ کر بھی بھلا کوئی قیمتی اثاثہ ہو سکتا ہے، جس کے لئے پریشان ہوا جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَنَا بَرِیْءٌ مِّنْ کُلِّ مُسْلِمٍ یُّقِیْمُ بَیْنَ اَظْهُرِ الْمُشْرِکِیْنَ)) (الترمذی، ابواب السیر)

''میں بری (لاتعلق و بیزار) ہوں ہر اس مسلمان سے جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہو''۔

((لَا تُسَاکِنُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَلَا تُجَامِعُوْهُمْ فَمَنْ سَاکَنَهُمْ اَوْ جَامَعَهُمْ فَهُوَ مِثْلُهُمْ)) (ترمذی: کتاب السیر)

''مشرکین کے ساتھ مت رہو اور نہ ہی ان کے ساتھ اکٹھے ہو، کیونکہ جو شخص ان کے ساتھ رہے اور ان کے ساتھ اکٹھا ہو تو وہ انھی کی مانند ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ((من بنی ببلاد المشرکین، وصنع نیروزهم ومهرجانهم حتی یموت ؛حشر معهم یوم القیامة)) ''جس نے مشرکین کی بستیوں میں (گھر) تعمیر کیا، ان کے نوروز ومہرجان (عیدو تہوار وغیرہ) منائے، یہاں تک کہ اسے موت آ گئی تو روزِ قیامت وہ انھیں کے ساتھ اٹھایا جائے گا''۔

دنیا کی اس آگ میں پھینکو، عقبیٰ کے پروانوں کو

کفر کے ہر دھرم کی طرح مغربی نظامِ حیات کی روح بھی 'دنیا کی محبت' ہے، لیکن فی زمانہ اس کی جلوہ آفرینیاں مغرب میں اپنی معراج پر ہیں۔ مفاد پرستی اور خود غرضی، جو حبِّ دنیا کا لازمی نتیجہ ہے، وہاں کے تمدن اور معاشرت کی جان ہے۔ ٹریفک کے اشارے کی پابندی اس لئے ضروری ہے کہ اس میں باہمی مفاد ہے (جان بچتی ہے)، اسی طرح کتے کی آؤ بھگت بھی اہم ہے کہ اس میں غرض ہے (شاید ''غم خوار'' ہوتا ہے) لیکن ضعیف والدین کی خدمت اس لئے غیر ضروری ہے کہ اس سے کوئی ''فائدہ'' حاصل نہیں ہوتا! بلکہ وقت، پیسہ اور جگہ ضائع ہوتی ہے، لہٰذا انھیں ردّی خانوں (اولڈ ہاؤس) میں پھینک دینا ہی حسنِ انتظام (مینیجمنٹ) کا تقاضا ہے۔

اس بے ایمان معاشرے میں جس چیز کی وقعت نہیں ہے وہ عملِ صالح ہے۔ اجر و ثواب ہمارے لئے سب کچھ ہے، کیونکہ اس پر ہماری کامیابی کا مدار ہے۔ ہر اذان کے ساتھ دو رکعت کی ادائیگی، تحیۃ الوضو اور ہمیشہ با وضو رہنے پر حضرت بلالِ حبشی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی بشارت مل رہی ہے، (کما ورد في الترمذي، ابواب المناقب) کیوں؟ اس لئے کہ ان کی یہ نیکی اللہ کے ہاں مقبول ٹھہری، اس پر انھیںؓ اجر ملا اور درجے بلند ہوئے۔ یہ مسلمانوں کے خلیفہ اور امیر المؤمنین عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، لاکھوں مربع میل کے حاکم ہیں۔ لیکن ایک زاہد و عابد اور یمن کے دور دراز علاقے سے جہاد کی غرض سے آنے والے اویس قرنیؒ سے اپنے لئے استغفار کی دعا

کروارہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ ((لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ)) ''اگر وہ اللہ کے اعتماد پر کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ ضرور ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے''، ساتھ ہی آپؐ نے عمرؓ سے فرمایا تھا کہ اگر تم ان سے اپنے لئے استغفار کرواسکو تو کرانا، اس موقع پر آپؐ نے اویسؓ کی جو نیکی گنوائی تھی، وہ یہ تھی کہ: ((لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَبِهَا بَرٌّ)) ''اُن کی والدہ ہیں، جن کے ساتھ وہ بہت نیک سلوک کرتے ہیں''۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابة)

یہ ہے اسلام میں نیکی اور تقویٰ کی اہمیت۔ لیکن مغربی تہذیب جہاں بھی مضبوط ہوگی وہاں فضیلت کا معیار سامانِ دنیا بنے گا۔ نیکی چونکہ وہاں کوئی قدر نہیں بلکہ ____ قدر ترقی ہے، اس لئے کسی کا عملِ صالح یا علمِ دین میں آگے ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ تاہم یہ بات اہم ہے کہ آپ کتنا سامانِ دنیا رکھتے ہیں، اپنے ادارے کو کتنا مالی نفع دے سکتے ہیں یا کتنے لاکھ (یا کروڑ) کے ترقیاتی منصوبے آپ کے ہاتھ میں ہیں۔

اس تہذیب کا بنیادی ہتھیار بھی (ایٹم بم سے بڑھ کر) دنیا کی محبت کا فروغ ہے۔ اسی سے وہ قوموں کو فتح کرتی ہے اور جب دلوں پر ان افکار کی حکمرانی ہوجائے تو زمینوں اور جسموں کو زیر کرنا کوئی مشکل کام نہیں رہتا۔ دنیا کی محبت، حرص و ہوس کے فروغ، سامانِ دنیا کی فراوانی اور خواہشات کی تکمیل کے عمل کو وہ ''ترقی'' کہتے ہیں۔ ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ ''پس تم نیکیوں میں سبقت کرو'' ____ کے بجائے شہوات میں مسابقت اور ((وَلَا تَنَافَسُوْا)) ''(دنیا کے معاملے میں) مقابلہ بازی نہ کرو'' ____ کے بجائے دنیا ہی میں ''عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ'' کے حصول کی (موہوم) منزل کے حصول کو وہ ''فلاح'' کا نام دیتے ہیں۔ اربوں ڈالر لگا کر قبائلی معاشروں اور دیہاتوں کی سطح تک ترقیاتی منصوبوں کو برپا کر دینا، سہولیات و وسائلِ عیش فراہم کر دینا اور پھر اس سارے عمل کے ذریعے اباحیت اور دنیا پرستی کی اقدار کو فروغ دے دینا ____ یہ ان کا کارگر اور دیرپا ہتھیار ثابت ہوا ہے۔ حبِّ آخرت اور شوقِ شہادت کا کانٹا دل سے نکالنے کی قیمت پر اگر کابل، کراچی اور کوالالمپور کو پیرس بنا دیا جائے تو ظاہر ہے یہ سودا مہنگا نہیں ہوگا۔ اسی دنیاوی محبت

اور سامانِ دنیا کی حرص وہوس کے فروغ سے ان کی تہذیب ہمارے معاشروں میں مستحکم ہوسکتی ہے۔
پس ترقی اور فلاح کے ان تصورات کو اپنی طرز کے تعلیمی، نشریاتی، تحقیقی اور تنفیذی اداروں کے ذریعے پوری دنیا میں پھیلانا ہی ان کی بنیادی فتح ہے۔ خصوصاً مسلم دنیا کے باصلاحیت اور نمائندہ افراد میں سے کچھ کو اپنے پاس بلا کر اور کچھ کی مقامی حکومتی اداروں، ملٹی نیشنل کمپنیوں اور این جی اوز وغیرہ کے ذریعے تربیت اور ذہن سازی کرنا اسی لائحہ عمل کا حصہ ہے۔ پھر اس عمل کو وہ بہت نچلی سطح تک لے جانا چاہتے ہیں تاکہ پوری دنیا میں اس کے فروغ کے لیے لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں انسانی وسائل اور ایسے مخلص کارندے میسّر آسکیں، جن کی زندگیاں انھی فتوحات کی نذر ہو جائیں۔
مقامیت، عالمگیریت اور جمہوریت انھی اقدار کی ترویج کے ذرائع ہیں۔ ان سے متعلق منصوبوں میں مسلمان مردوں (اور عورتوں) کو منہمک کروا کر ''انسانیت کی بھلائی'' کا ہر ہدف سر ہو گا، سوائے غلبۂ اسلام کے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ مخصوص اصطلاحات اور سانچے جنھوں نے تخلیق کئے ہیں، انھی کے کام آتے ہیں اور جن مقاصد کے لئے ہماری طرف برآمد کئے ہیں، انھی کو یہ پورا کرتے ہیں۔ چنانچہ تعلیم (اُن والی)، صحت (تحدیدِ آبادی، یا چند مخصوص بیماریوں سے نجات کے لئے)، آلودگی (زیادہ تر اُنھی کی پھیلائی ہوئی)، 'انفارمیشن' (جاسوسی کرنے اور برائیاں پھیلانے کے لئے) اور غربت (جو معصیتِ الٰہی کی سزا بھی ہوسکتی ہے) انسان کے اصل مسائل قرار پائیں گے۔ لاکھوں، کروڑوں لوگ اصلاح سے محروم رہ جائیں، لوگ گناہ کمائیں، جہنم میں جائیں ــــــ یہ مسئلہ غیر اہم ہو گا تاہم ان کے لئے خوبصورت قبرستان، بہترین پارک، شاندار عمارتوں اور دیگر سہولیات وغیرہ کی فراہمی اہم تر ہو گی۔ فلاح کے طلب گاروں کی نگاہیں اور ہاتھ (سلسلہ در سلسلہ) جن کی طرف اٹھیں گے، وہ وہی ہوں گے جو اس تہذیب کے امام (اور نائبین) ہیں، کیونکہ ترقیات کی کنجیاں تو انھی کے پاس ہیں۔ (پراسرار این جی اوز، آزاد خیال کارندوں، یہودی و نصرانی سرپرستوں کی صحبت کے منفی اثرات اس کے علاوہ ہیں) اور پھر اس سارے عمل کے نتیجے میں صفہ کا چبوترہ یا مدینے کی بستی تو دل و نگاہ کا مرکز بننے سے رہے۔ بلکہ اس کی جگہ کسی (اسلامی)

آکسفورڈ اور کسی (مسلم) ڈنمارک کا تصور لے گا۔ ''ترقی دلانے'' کے اس عمل میں جو لوگ کسی بھی سطح پر شریک ہوں گے، خود ان میں دنیا پرستی اور حرص وہوس کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اور اگر (معجزاتی طور پر) ایسا نہ بھی ہوا تو بھی وہ ساری توانائیاں جو اعلیٰ وارفع مقاصد کے لئے کھپنا تھیں، ان کا ضیاع تو یقینی ہے۔ اور کیا یہ بات سچ نہیں کہ جب دل ونگاہ میں دنیا بس جائے (چاہے لغیرہٖ سہی) تو جس چیز کا حرج یقینی ہے وہ آخرت کی تیاری اور اس کی طرف دعوت ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ (طٰہٰ ۲۰:۱۳۱)

''اور ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا، دنیاوی زندگی کی آرائش کی ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے۔ اور آپ کے ربّ کا رزق بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے''۔

آپس میں ہیں بھائی بھائی؟!

مغرب کے لئے ان تصورات واقدار کو فروغ دینا اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ جمہوری دام کے ذریعے ان کی تنفیذ کے پہلو بہ پہلو ایک اور اہم ہدف حاصل نہ کر لیا جائے۔ اور وہ ہدف ہے مسلمانوں میں مطلق امن کے تصور کا فروغ۔ ظاہر ہے تصورِ ترقی وفلاح تبھی اپنے ''ثمرات'' دکھا سکتا ہے جب ''امن'' کو فروغ حاصل ہوگا، اور سب نفرتیں مٹا کر، عقائد ونظریات سے ماورا ہو کر مل بیٹھیں گے اور انسانوں کی ترقی کے لئے سوچیں گے۔ جب ساری دنیا اپنا گھر ہے اور مل کر اس کے گلی محلوں کو سجانا ہی پیشِ نظر ہے تو پھر یہ دوریاں کیسی؟ لہٰذا مطلق امن ومساوات کے خیال کو بھی مسلم عوام وخواص کے ذہنوں میں ایک مطلوب کے طور پر بٹھا دیا گیا ہے۔

عالمی سطح پر بھی امن کی ایک ایسی دنیا (عالمی گاؤں) جو امتِ مسلمہ کے ڈیڑھ ارب انسانوں کے سیلاب کے لئے بھی ساری کی ساری، محض ''دارِ دعوت'' ہو (اور یہ سیلاب '' غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ'' بن رہے)، جس میں بسنے والے سبھی انسان ''انسانیت'' کی بنیاد پر بھائی بھائی ہوں جو صرف

''مشترکہ مفادات'' کی خاطر جینے کا عزم رکھتے ہوں، جہاں سب برابر ہو جائیں: ﴿فَتَكُونُونَ سَوَآءً ا﴾ ـــــ یہ سب بھی ان کے نظریاتی اہداف ہیں۔ جب کہ قرآن کی پکار کو بھلایا جا رہا ہے:

﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ o مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ o اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ﴾ (القلم۶۸: ۳۵۔۳۷)

''کیا ہم مسلمانوں کو مجرمین کے برابر کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا؟ کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں (یہ) پڑھتے ہو؟''

مساواتِ انسانی کا یہ عالمگیر تصور جس کتاب سے لیا گیا ہے وہ نہ قرآن ہے نہ توراۃ اور نہ انجیل! بلکہ اسے ''یہودی پروٹوکولز'' سے اخذ کیا گیا ہے! حیرت ہے کہ وہ اس جدید عقیدے کو ہماری ہی زبانوں سے اگلوانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

مغرب نے اپنے دانشوروں میں سے ایک طبقے کو، اس طرز پر مستقل ذہن سازی کے لئے اسلامیانِ امّت کے پیچھے لگا دیا ہے۔ ان کا ''قبضہ کرنے والا شعبہ'' قبضہ کرتا چلا جا رہا ہے جب کہ ''شعبہء امن کے یہ سفیر'' مسلمانوں کو مذاکرات میں الجھا کر، قسمیں اٹھا اٹھا کر یہ یقین دلا رہے ہیں کہ ''ہمارے ساتھ اس جنت میں تم بھی ہمیشہ ہمیشہ امن کے ساتھ رہو گے، بلکہ بادشاہ بن کے رہو گے ـــــ امن کا یہ بے خار پھل چکھ لو اور نفرت کی باتیں چھوڑ دو!'' یہ بتاتے ہیں کہ ''ہمیں ہمارے ''سیاست دانوں'' جیسا نہ سمجھو۔ ہم دنیا میں امن چاہتے ہیں، پوری انسانیت کو ایک سا دیکھنا چاہتے ہیں، ہمارے ساتھ مل بیٹھو اور جو کرنا ہے تو ہم سے شکوہ کرو، ہم تمہاری ہی آواز ہیں!'' یہ مغربی دانشور دراصل بین الاقوامی جمہوریت کی عالمی حزبِ اختلاف ہے، جو پوری دنیا کی مخالفِ مغرب آوازوں کو مظاہروں، سیمیناروں، کانفرنسوں، اعلامیوں کی شکل میں مجتمع کرتے ہیں اور پھر اس سارے غم و غصے کو ان ''جمہوری مطالبات'' پر مرتکز کر کے، اس کی ساری شدت کو تحلیل کر دیتے ہیں کہ: ''مغرب کے ''کچھ حکمران'' ایسے اور ایسے ہیں، یہ سب زیادتی ہو رہی ہے، تمام انسانوں کو مل بیٹھنا ہو گا، ہم سب مل کر فلاں فلاں ''عالمی قوانین'' کے تحت ظلم کے خلاف جدوجہد جاری رکھیں گے'' ـــــ اور بس!

پہلا فائدہ مغرب کو اس سے یہ ہوتا ہے کہ اس عالمگیر حزبِ اختلاف کی قیادت خود ان کے اپنے بندوں کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ دوسرا یہ کہ مسلمانوں کا اشتعال، اطمینان کی تھپکی کھا کر آئندہ کچھ دنوں کے لئے ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ تیسرا اور اہم ترین فائدہ انھیں یہ ہوتا ہے کہ مسائل کا حل ''وحی کی روشنی'' میں نکلنے کے بجائے ____ کافروں مسلمانوں کی ''مشترکہ تجاویز'' کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ دو چار ممالک (بلکہ صرف ان کے چند علامتی رہنماؤں) کی مذمت کے ساتھ ساتھ ____ فتنے کے خاتمے کے لئے جانیں دینے والے، جہاد کرنے والے غرباء کی کبھی کھلے اور کبھی چھپے مذمت بھی ہو جاتی ہے۔ ''انتہاء پسندی'' کو مزید شرمسار کیا جاتا ہے، ''اعتدال پسندی'' کی تکریم بڑھ جاتی ہے، حربی اقوام کی پالیسیاں وہیں رہتی ہیں، کفار سے امن وسلامتی کے پیمان باندھے جاتے ہیں جب کہ مسلمانوں کا خون ____ پہلے کی طرح یا اس سے کچھ اور زیادہ بہہ جاتا ہے۔ اُحد کے ایک مشکل دن میں کفار کی جانب سے مسلمانوں کو ایسی ہی کوئی دعوتِ امن دی گئی تھی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو صاف صاف بتا دیا تھا:

﴿يٰٓاَ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ﴾ (اٰلِ عمران ۳:۱۴۹۔۱۵۰)

''اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمھیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے، (یعنی تمھیں مرتد بنا دیں گے) پھر تم نامراد ہو جاؤ گے۔ (یہ نہیں) بلکہ اللہ ہی تمہارا دوست ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار ہے''۔

ماضی، حال اور مستقبل کے کفار کی نفسیات کو سمجھنے کے لئے ہمارے پاس سب سے پہلا ماخذ اللہ کی کتاب ہے، جو ہمیں تنبیہ کرتے ہوئے کہتی ہے:

﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ (القلم ۶۸:۸۔۹)

''پس تم جھٹلانے والوں کا کہنا نہ ماننا، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم ذرا ڈھیلے پڑو تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں''۔

آج سے نو سو سال پہلے پوپ اربن دوم کی صلیبی جنگوں کی اپیل پر ایک سو نوے سال تک یورپیوں نے مسلمانوں کا خون بہایا اور ایک ''بد باطن'' قوم کو مٹانے کا ''مقدس فریضہ'' سرانجام دیا۔ مسلمانوں کا مقابلہ اس وقت ایک سیدھی سادھی عیسائیت سے تھا۔ لیکن آج اکیسویں صدی کی صلیبی جنگ اس اعتبار سے مختلف ہے کہ حملہ آور یہ دعویٰ لے کر اٹھا ہے کہ جس قوم کو ہم عسکری شکست دینا چاہتے ہیں وہ ہماری تہذیب سے پہلے ہی ذہنی شکست کھا چکی ہے اور مسئلہ صرف ایک انتہا پسند طبقے کا ہے جو ہماری تہذیبی بالادستی تسلیم کرنے کو تیار نہیں، جو قرآن و سنّت کی ان تشریحات کو قبول کرتا ہے جو چودہ سو سال سے تواتر کے ساتھ منقول چلی آ رہی ہیں۔ یہ طبقہ مستشرقین (اور مستغربین) کی متجدّدانہ افکار اور رائے پرستوں کی توجیہات کے مقابلے میں اہلِ سنّت والجماعت کا نہج چھوڑنے پر تیار نہیں، جب کہ باقی مسلم دنیا کا ایک قابلِ ذکر حصہ (ان کے خیال میں) اور اس کے نمائندے، ہمارے ہی بنائے ہوئے اصولوں مثلاً اقوام متحدہ کے دستور، جنیوا کنونشن اور حقوقِ انسانی کے چارٹر وغیرہ (جو ظاہر ہے کہ سراسر کفریات ہیں) کی بنیاد پر، ہم سے مکالمہ کرنے اور اپنے لیے گنجائش لینے کے لیے تیار ہیں۔ اس طرح وہ یہ اعتماد بھی حاصل کر پائے ہیں کہ یہ قوم اپنے اقتصادی منصوبوں کے لئے ہمارے عالمی معاشی ڈھانچوں پر انحصار کرتی ہے، ہماری تہذیبی برتری اور ہمارے امن، آزادی، مساوات، ترقی، فلاح وغیرہ کے تصورات کو قبول کر چکی ہے۔

دعوت اُسی ایماں کی طرف کیوں نہیں دیتے؟

اسلام وہ دینِ کامل ہے، جسے اللہ وحدہٗ لاشریک نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔ حق صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے۔ کفر کے تمام عقائد و تصورات، اقدار و قوانین اور اس پر مبنی نظامِ حیات ـــــ اس حق کے مقابلے میں بے اصل ہیں، مردود ہیں، باطل ہیں، چاہے ان کے پیچھے صدیوں کی تحقیقات، تجربات و روایات اور کتنے ہی عبقریوں کی عرق ریزیاں کیوں نہ ہوں۔

بھلا ایک حقیر سی بوند سے پیدا ہوا انسان جسے نہ دنیا میں اپنی آمد (پیدائش) پر کوئی اختیار تھا، جو نہ یہاں سے اپنی روانگی (موت) روکنے پر قادر ہے، اسے بیچ کے سارے عرصے کے لئے پوری نوعِ انسانی کے لئے خیر وشر، فلاح وترقی، فوز وکامرانی کے تصورات وضع کرنے پر قادر کیسے مان لیا جائے؟ یہی معاملہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مقابل انسانی وضعی قوانین کا بھی ہے۔ جب انسان خالق نہیں، ربّ نہیں ــــــ اسے الٰہ اور حاکم کیسے تسلیم کرلیا جائے؟

درست اور نادرست کے پیمانے وہی برحق ہیں جنھیں فاطر السمٰوٰتِ والارض نے پیدا فرمایا ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں ہمارے دل ودماغ اور سب صلاحیتیں ہیں۔ اس نے ہی دنیا اور اس کی اشیاء کو ہمارے لئے برتنے کی چیزیں بنایا ہے، زوال ان کا مقدر ہے۔ پھر اس دنیا کو جنت کیسے مان لیا جائے؟

پس وہ لوگ جو گونگے، بہرے، اندھے ہیں، جو سب سے بڑھ کر خسارے میں رہنے والے ہیں، جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی کے لئے بھٹک کر رہ گئیں، جن کے لئے روزِ قیامت میزان تک قائم نہ کی جائے گی ــــــ اور جن کی دوڈھائی سو سالہ علمی، تمدنی، فکری، سائنسی، عمرانی و سیاسی انقلابات وترقیات کی کل حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَاعَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ (الفرقان ۲۵:۲۳) ”اور دنیا میں جو یہ لوگ عمل کرگئے ہیں، ان کی طرف ہم متوجہ ہوں گے اور ان کو اس طرح رائیگاں کردیں گے جیسے بکھری ہوئی دھول“ ــــــ تو ان جاہلوں کو یہ اختیار کیسے دے دیا جائے کہ وہ کامیابی کے ان اصولوں کو ردّ کردیں جو اور کسی نے نہیں، خود خالقِ ارض وسماوات نے انسان کو عطا کئے اور جنھیں کائنات کے افضل ترین انسانوں نے دنیا والوں تک پہنچایا؟

قرآنِ مجید صراحت کے ساتھ بتاتا ہے کہ اس دنیا میں جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، انھوں نے کن بنیادوں پر انسان کو مخاطب کیا؟ خیر وشر کے کیا پیمانے دنیا کے سامنے پیش کئے؟ کن چیزوں کو انسانیت کے اصل مسائل قرار دیا، اور ان کا کیا حل پیش کیا؟ آدمِ ثانی، اور زمین میں

بھیجے گئے سب سے پہلے رسول سیّدنا نوح علیہ السلام کے الفاظ میں اس دعوت کا نمونہ ہمارے سامنے ہے، آپؑ نے فرمایا:

﴿یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

(نوح ۷۱:۲-۴)

''اے میری قوم! میں تمھیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں (اور کہتا ہوں) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو تو وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو وقتِ مقرر (یعنی وقتِ موت تک) مہلت دے گا۔ یقیناً اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو ٹالا نہیں جاتا۔ کاش تم (ان باتوں کو) سمجھتے''۔

توحید، رسالت اور آخرت ـــــ یہ دعوت کے وہ بنیادی موضوعات ہیں جو زمانے کی تبدیلی کے باوجود بدل نہیں سکتے ۔ سب انبیاء علیہم السلام نے انھی بنیادی عقائد کو ذہنوں میں راسخ کرایا، انسانوں کو اللہ کی توحید کے اقرار اور طاغوت سے انکار کی طرف بلایا۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کو مقصدِ زندگی ٹھہرایا، اپنی اطاعت اور اللہ کے دین پر عمل (دین کی اقامت) کی دعوت دی، اس اطاعت و عدم اطاعت کے انجام سے آگاہ کیا اور پوری شدت سے انذار و تبشیر (ڈرانے اور خوشخبری دینے والے) کا یہ کام کیا۔ آخرت کے عذاب اور ثواب کی طرف متوجہ کرنا ان کا اتنا نمایاں وصف تھا کہ قرآن نے ان کو بنیادی طور پر ''مبشّرین'' اور ''منذرین'' قرار دیا۔

ان برگزیدہ ہستیوں نے دنیا والوں کو سمجھایا کہ غیب کی جو خبریں ہم لائے ہیں ان کو من و عن قبول کر کے ہمارے پیچھے پیچھے چلنے کے سوا کامیابی اور نجات کا کوئی تصور نہیں۔ منصبِ نبوت کے عالی منصب حاملین ـــــ نوح، ہود، صالح، شعیب، لوط علیہم السلام یا کسی بھی اور نبی نے اپنی قوموں کو (اپنے مادی مسائل کے حل کے لئے) حقوق کی جدوجہد کی نہیں بلکہ (حقوق اللہ اور حقوق العباد

کی بابت) فرائض کی بجا آوری اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچنے کی دعوت دی۔ دنیا کی محبت کو انسانوں کے دلوں سے نکالنے کی سعی کی۔لذتوں اور راحتوں کا اصل گھر دارِآخرت کوقرار دیا۔دنیا کی زندگی اورسامان کو "مَتَاعُ الْغُرُوْر" اور "مَتَاعٌ قَلِيْل" کہا ہی نہیں بلکہ دلوں میں اس کا یقین بٹھایا، اوراس یقین پر مبنی طرزِ حیات پر اپنے پیروکاروں کو کاربند کیا۔حق کے ان رازدانوں نے فوزوفلاح کا جوتصور بنی آدم کے سامنے پیش کیا، اسے ہمارے لئے قرآن مجید ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَاالْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾

(اٰلِ عمران ۳:۱۸۵)

''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اورتم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو تو جو شخص جہنّم سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو دراصل وہ کامیاب ہو گیا اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں مگر دھوکے کا سودا ہے''۔

اس منزلِ مقصود کو سب سے بڑھ کر پانے والے خود انبیاء علیہم السلام ہیں ــــــ ان میں سے کوئی آگ میں ڈالا گیا اور کامران ہوا، کسی کی گردن کاٹ دی گئی اور کامیاب ٹھہرا، کوئی جلا وطن رہا اور بامراد ہوا۔اسی طرح ان کے پیروکار ــــــ جن کے جسموں پر لوہے کی کنگھیاں پھیر کر گوشت اور ہڈیاں جدا کی گئیں، جو آروں سے چیرے اور آگ کی خندقوں میں پھینکے گئے لیکن دین پر جمے رہے تو وہ پورے پورے کامیاب رہے۔لیکن وہ جو اِن کے مقابل ہوئے ــــــ نفع ونقصان کے پیمانے بنانے والے ــــــ تو چاہے وسائلِ دنیا سے لدے تھے، خزانوں کے مالک تھے، ترقیات میں غرق اور اقتدار سے بہرہ مند تھے، وہ سبھی اور ان کے کاسہ لیس ناکام ہیں، نامراد ہیں اور گھاٹے میں ہیں۔

فلاح وخسران کا یہ عقیدہ جو ہمارا دین ہمیں دیتا ہے ہر زمانے کے انسان کے لئے ہے۔اس کے

ہدف کوحاصل کرنے والے ﴿مُفۡلِحُوۡن﴾ ـــــ یعنی آخرت میں اپنی منزلِ مراداور دنیا میں اس کے لئے مطلوب راہِ ہدایت کے پانے والے ہیں۔ جب کہ اسے کھونے والے ﴿خٰسِرُوۡن﴾ ـــــ دنیا میں سعادت اور آخرت میں نجات سے محروم ہیں۔ یہی سعادت وشقاوت انسانیت کا سب سے بڑا مسئلہ (ایشو) ہے، جسے جاہلی تہذیب اپنے لائحہ عمل کی تنفیذ کے ذریعے ہماری نگاہوں سے اوجھل کرانا چاہتی ہے، جب کہ ہمارے لئے اس کی تذکیر (یاددہانی) سے ادنیٰ غفلت برتنا بھی موت ہے، کیونکہ اس کوفراموش کرنا عہدِ الست کے ازلی تقاضوں کوفراموش کرنا ہے۔

جہاں تک بات ہے دنیا کی نعمتوں، رزق اور وسائلِ رزق کی، تو اللہ کی کتاب ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے جب انسانوں کو اللہ کے دین کی دعوت دی تو ان نعمتوں، (رزق، قوت اور ان کے وسائل) کو تقویٰ، استغفار و توبہ، آیاتِ الٰہی کی پیروی واقامت، اور شریعت کی پابندی سے مشروط کیا۔ اپنی قوموں کو باور کرایا کہ اگر تم یہ سب کچھ کروگے تو ہم نہیں ـــــ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ سب نعمتیں عطا فرمائے گا۔ رحمٰن ورحیم ربّ کی یہ سنت قرآنِ حکیم میں مختلف پیرایوں میں بیان کی گئی ہے:

﴿وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ٥ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ﴾ (الطلاق ۶۵:۲-۳)

''اور جواللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے (تنگی اور مشکلات سے) نکلنے کا راستہ پیدا کردے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا''۔

﴿وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰٓى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ﴾ (اعراف ۷:۹۶)

''اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے''۔

رہا یہ سوال کہ کفار پر وسائلِ دنیا کی بارش کیوں ہے؟ تو ہمارے رزّاق ربّ نے ہمیں بتایا ہے کہ ان ناشکروں کو جتنے وسائل اور سامانِ زندگی میسر ہیں یہ ان کے حق میں نعمتیں سرے سے ہیں ہی

نہیں بلکہ یہ آہستہ آہستہ بربادی کی طرف لے جانے والے (استدراج کے) پھندے ہیں۔ یہ ترقی نہیں بلکہ ڈھیل دینے (املاء) کی سنّت ہے جو کافروں کے حق میں ہمیشہ سے جاری ہے۔ اصل میں تو یہ وسائل ان کے حق میں عذاب کے ذرائع ہیں، جن کے ذریعے اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں توفیق اور نجات کے راستے سے روکتا ہے، اور مبتلائے مصیبت رکھتا ہے:

﴿فَلاَ تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَ لَا اَوْلَادُھُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ﴾ (التوبۃ۹:۵۵)

’’پس ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے سے ان کو دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور جب ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں‘‘۔

مشینی زندگی، ذہنی اضطراب، لاعلاج بیماریاں، اقتصادی غیر یقینی، معاشی ناہمواری، تکنیکی حوادث، خودکشی، بے انتہا جرائم، غلاظت و اخلاق باختگی، خاندانی انتشار ــــــ اور تنہائی! یہ سب ان کے لئے دنیاوی عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جو جسمانی و ذہنی عذاب، اولاد کے ہاتھوں ان کفار کو جھیلنا پڑتا ہے اس کا تو تصور ہی تکلیف دہ ہے۔ کفار سے دنیاوی عذاب کے یہ وعدے دائمی ہیں۔ اہلِ بصیرت کو ان کا مبتلائے عذاب ہونا صاف نظر آتا ہے:

﴿وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُھُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَۃٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِھِمْ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ (الرعد۱۳:۳۱)

’’اور ہمیشہ کافروں پر ان کے اعمال کے بدلے آفت آتی رہے گی یا ان کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزیں بنی آدم کے لئے پیدا فرمائی ہیں۔ مومن کے لئے یہ اسباب نعمت اور فضل ہیں، اور ’’حیٰوۃ طیبۃ‘‘ بسر کرنے کا ایک توشہ ہیں۔ ان کو جائز ذرائع سے حاصل

کرنا اور اپنی ذات، اہل وعیال، اللہ کے بندوں پر اور فی سبیل اللہ خرچ کرنا عبادت ہے۔ دنیا کی یہ نعمتیں اگر انسان کو حاصل ہوں تو ان کے بارے میں جو رویہ اختیار کرنے کی قرآن ہدایت دیتا ہے۔ اس کی ایک جھلک یہ ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيمَا اٰتٰکَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْکَ﴾ (القصص ۲۸:۷۷)

''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر، اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، تو بھی (لوگوں کے ساتھ) اسی طرح احسان کر''۔

ہمارے مالک نے دنیاوی نعمتوں کو محمود قرار دیتے ہوئے بھی انہیں زندگی کا مطلوبِ اصلی بنا لینے اور ان کے معاملے میں ''التَّکَاثُر'' ''زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی چاہت'' کا رویہ اختیار کرنے کو مذموم ٹھہرایا اور اس رویے کو غفلت کا سبب قرار دیا (اور ظاہر ہے غفلت کوئی معمولی چیز نہیں)۔ اللہ عزوجل نے حیاتِ دنیا کو ترجیح دینا ____ اُن لوگوں کی بنیادی صفات میں سے قرار دیا جو یہاں اللہ کے تابع بن کر رہنے کے بجائے سرکشی کی زندگی اختیار کرتے ہیں:

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ٥ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ٥ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰی﴾ (النّٰزعٰت۷۹: ۳۷-۳۹)

''جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہو کر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی، سو دوزخ (اس کا) ٹھکانا ہوگا''۔

ترجیح کہتے ہی اسے ہیں کہ خیالات کہیں مرتکز ہو جائیں۔ زبان پھر اسی کے تذکروں میں مگن رہتی ہے، توانائیاں اسی کے حصول میں صرف ہوتی ہیں، وقت وہیں کھپتا ہے، پیسہ اسی پر لگتا ہے۔ پس اگر ان سب جانی، مالی اور اوقاتی وسائل اور خود دعوت کا رخ دنیا کے اسباب کی طرف ہو تو ترجیح دنیا ہی ہوگی، اور اس کی زد کسی شے پر پڑے گی تو وہ آخرت کی تیاری (اور اس کی طرف دعوت) ہوگی:

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ٥ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ (الأعلیٰ ۸۷: ۱۶-۱۷) ''مگر تم لوگ

دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے''۔ بندہ ءمومن راہِ آخرت کا مسافر ہے۔اس کے پاس مالِ دنیا کا ہونا بجائے خود مذموم نہیں۔ کیونکہ یہ پاکیزہ مال اس کے لئے دستِ سوال سے بچاؤ، حقوق کی ادائیگی، فرائض کی بجا آوری، پاکیزہ نعمتوں کے حصول، جمیعتِ قلب، فراغتِ معاشی، پرورشِ اولاد، صدقہ وخیرات، فروغِ دعوت، اور توفیقِ جہاد کا ذریعہ بنتا ہے۔ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

((نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ)) ''نیک آدمی کے لئے نیک مال کیا ہی اچھی چیز ہے''۔ (احمد، مسند الشامیّین)

لیکن نیک کمائی کی اتنی اہمیت کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ زندگی کی ساری توانائیوں کو رزق کے حصول کی کوشش میں کھپا نہ دیں۔ امام ابنِ ماجہؒ نے اپنی سنن میں باب ''الا قتصاد في طلب المعيشة'' کے تحت آپؐ کی یہ حدیثِ مبارکہ نقل فرمائی ہے:

((اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ. فَاِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَاِنْ اَبْطَأَ عَنْهَا. فَا تَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَب. خُذُوْا مَا حَلَّ، وَدَعُوْا مَا حَرُمَ))

(سنن ابنِ ماجة، كتاب التجارات)

''اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور رزق کو اجمالاً تلاش کرو (یعنی میانہ روی سے) کیونکہ بے شک کوئی فرد اس وقت تک ہرگز نہیں مر سکتا جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہیں کر لیتا، اگرچہ اس کے ملنے میں اسے تاخیر ہو جائے۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور رزق کو اجمالاً طلب کرو، جو حلال ہو اسے لے لو اور جو حرام ہو اسے چھوڑ دو''۔

مال اور اونچے 'اسٹیٹس' کی حرص جو انسان کو دنیا میں غرق کر دیتی ہے، اور دین کو اس کی نگاہ اور اس کے عملی رویوں میں ہلکا بنا دیتی ہے، کپڑے چادر کا بندہ اور نام ونمود کا پجاری بنا دیتی ہے۔ اس کے بھیانک نتائج شمار سے باہر ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوامع الکلم کے ذریعے

امتیوں کواس حرص کے شر سے آ گاہ فرمایا،ارشاد ہے:

((مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلاَ فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِیْنِهٖ))

(الترمذي،ابواب الزهد)

''دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں، وہ ان کے لئے اتنے تباہ کن نہیں ہوتے جتنی تباہ کن آدمی کی، مال اور بلندی و برتری (اسٹیٹس) کی حرص اس کے دین کے لئے ہوتی ہے''۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے حبِّ دنیا کی ہلاکت آفرینیوں کا بیان ان الفاظ میں فرمایا:

((...فَوَ اللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَیْكُمْ وَلٰكِنِّیْ اَخْشٰى عَلَیْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْیَا عَلَیْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ))

(مسلم، كتاب الزهد والرقائق)

''...پس اللہ کی قسم مجھے تم پر فقر مسلط ہونے کا ڈر نہیں ہے بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا تم پر اسی طرح وسیع کر دی جائے جس طرح تم سے پچھلے لوگوں پر کی گئی تھی، پھر تم اس میں اسی طرح باہم مسابقت کرنے لگو جیسے کہ تم سے پچھلے لوگوں نے کی تھی،اور پھر وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے جس طرح اُس نے انھیں ہلاک کیا تھا''۔

اسلام کی ان حیات آفریں تعلیمات کی پہلی مخاطب اہلِ ایمان کی وہ نسل تھی جس نے ایمانیات اور اعمال کا سبق براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت میں رہ کر سیکھا تھا۔وحیء الٰہی کی آیات اترتی رہیں اور انھیںؓ ان کے اصلی گھر کی طرف متوجّہ کرتی رہیں۔وہی گھر جہاں سے بنی نوع انسان کے ماں باپ آدم وحوا کو شیطان نے نکلوایا تھا اور ان کی نسل کو بہکانے (اور اس گھر میں واپس نہ جانے دینے) کی قسم کھائی تھی۔صحابہءکرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لگاتار تئیس برس تک قرآنِ حکیم کی آیات ____ نمازوں میں،نشست وبرخواست میں،خطبوں میں اور

نزولِ وحی کے موقعوں پر سنتے رہے۔ انؓ کے عقائد و اعمال، عادات و اخلاق کا تواتر کے ساتھ تزکیہ ہوتا رہا، کتاب اور حکمت کی تعلیم جو اول روز سے شروع ہوئی اور ''اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى'' کے الفاظ کہنے تک جاری رہی، اس ساری سعی کا حاصلِ حصول اس کے سوا اور کیا تھا کہ ـــــ دنیا سے جو جائے جنت کو جائے، کامیاب ہو جائے۔

ترقی جس کو سمجھے ہم وہ اُنؓ کے ہاں ہلاکت تھی!

ان تعلیمات کے صحابہؓ پر نہایت گہرے اثرات تھے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آج ہمیں دنیا میں اسلام کا جو پھیلاؤ نظر آتا ہے، وہ صحابہؓ کے انھی تصوّراتِ فلاح و ترقی (اور امن) کا ثمرہ ہے۔ آسمان نے یہ منظر دیکھا ہے کہ جب ایک صحابی حرامؓ بن مِلحان کے پیٹ سے نیزہ آر پار ہوا تو جانے والا خون کے قطرے اپنے چہرے اور سر پر چھڑک کر پکار اٹھا: ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ! فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ'' (البخاري، كتاب المغازي) ''اللہ ہی سب سے بڑا ہے، ربِّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا''۔ کامیابی کا یہ اعلان اُس جہنم سے چھٹکارے اور اُس جنت میں داخلے سے متعلق تھا جہاں انسان کو ہمیشہ رہنا ہے۔ کتنا عرصہ؟ لاکھ، کروڑ، ارب، کھرب، نیل، پدم، سنکھ ـــــ سال؟ نہیں بلکہ لامحدود مدّت تک، کیونکہ موت تو ذبح ہو چکی ہو گی۔ اتنے بڑے فائدے کو فلاح (مکمل کامیابی) نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

اخروی کامیابی کی اس قدر و قیمت کا احساس عام تھا۔ حیاتِ صحابہؓ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر پانچ میں سے چار اصحابِؓ رسول کو میدانِ جہاد میں ـــــ اور صرف ایک کو بستر پر موت آئی۔ اس طرح جنگی معرکوں میں شہید ہونے والے صحابہؓ کا تناسب اسّی فیصد تک پہنچتا ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ جہاد کے احکام اترنے کے بعد فلاح کا ایسا لائحہ عمل جو اس عظیم عبادت کی ادئیگی سے تہی ہو، ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھا:

﴿...لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ''... ہاں لیکن رسول اور جو لوگ ان کی ہمراہی

جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْخَیْرَاتُ وَ اُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (التوبة ۹: ۸۸)

میں ایمان لا چکے ہیں، انھوں نے اپنے مال اور جان سے جہاد کیا۔ اور ساری بھلائیاں انھی کے لئے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں''۔

اس کامیابی کے مقابلے میں ''ہلاکت'' کی تعریف ان کے نزدیک کیا تھی؟ اس کا اندازہ حضرت ابوعمرانؓ کی زبانی سننِ ترمذی اور ابوداؤد میں روایت شدہ اس صحیح حدیث سے ہوتا ہے:

((کُنَّا بِمَدِیْنَةِ الرُّوْمِ فَاَخْرَجُوْا اِلَیْنَا صَفًّا عَظِیْمًا مِنَ الرُّوْمِ فَخَرَجَ اِلَیْهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مِثْلُهُمْ اَوْ اَکْثَرُ، وَعَلٰی اَهْلِ مِصْرَ عُقْبَةُ ابْنُ عَامِرٍ وَ عَلَی الْجَمَاعَةِ فَضَالَةُ بْنُ عُبَیْدٍ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی صَفِّ الرُّوْمِ حَتّٰی دَخَلَ عَلَیْهِمْ فَصَاحَ النَّاسُ وَقَالُوا: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، یُلْقِي بِیَدَیْهِ اِلَی التَّهْلُکَةِ فَقَامَ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّکُمْ لَتُأَوِّلُوْنَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ هٰذَا التَّأْوِیْلَ، وَاِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فِیْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَمَّا اَعَزَّاللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَکَثُرَ نَاصِرُوْهُ. فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّادُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''ہم روم کے ایک شہر میں تھے تو ہمارے مقابلے میں رومیوں کی ایک بڑی فوج میدان میں اتری۔ ادھر مسلمانوں کی طرف سے ان کے مقابلے پر انھی جیسا یا ان سے بھی ایک بڑا لشکر میدان میں اترا۔ مصر والوں کی قیادت عقبہ بن عامر فرما رہے تھے جبکہ پورے لشکر کے سالار فضالہ بن عبید تھے کہ ایسے میں مسلمانوں میں سے ایک شخص نے (تنِ تنہا) رومیوں کی فوج پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ وہ ان کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے اندر جا گھسا۔ اس پر لوگ چیخ اٹھے، یہ کہتے ہوئے کہ ''سبحان اللہ، اس شخص نے اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کر دیا''۔ (لوگوں کا اشارہ سورۂ بقرہ کی آیت کی طرف تھا)۔ اس بات پر ابوایوّب انصاریؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ''اے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَلَوْ اَقَمْنَا فِيْ اَمْوَالِنَا فَاَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا، ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرة ٢:١٩٥) فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْاِقَامَةَ عَلَى الْاَمْوَالِ وَاِصْلَاحَهَا وَتَرْكَنَا الْغَزْوَ. فَمَا زَالَ اَبُوْاَيُّوْبَ شَاخِصًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى دُفِنَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ)).

(الترمذي،ابواب تفسير القرآن)

لوگو! کیا تم اس آیت کی یہ تاویل کر رہے ہو؟ حالانکہ بالیقین یہ آیت ہم انصار ہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور کثرت سے اس کے مددگار پیدا ہو گئے۔ تو ہم میں بعض نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے بغیر چپکے سے آپس میں یہ بات کی کہ بے شک ہمارے اموال (مسلسل آزمائشوں کے نتیجے میں) ضائع ہو گئے ہیں اور بے شک اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور اس کے مددگار بھی بہت زیادہ ہو گئے ہیں تو کیوں نہ ہم اپنے مال اسباب میں ٹھہر جائیں تا کہ جو کچھ ضائع ہو چکا ہے اس کو پھر سے درست کر سکیں۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری بات کے ردّ میں اپنے نبیؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: ''اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو''۔ پس اپنے مال اسباب کی دیکھ بھال (اور افزائش) میں پڑ جانا اور جنگ کو چھوڑ بیٹھنا ہلاکت تھا۔ چنانچہ ابو ایّوب انصاریؓ ہمیشہ اللہ کی راہ میں نکلتے رہے یہاں تک کہ سرزمینِ روم میں دفن ہوئے''۔

قرآن کی یہ تفسیر میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عین تلواروں کے سائے میں کھڑے ہو کر بیان فرمائی۔ کفار سے مقابلہ کرنے کے بجائے مادی مفادات کو ترجیح دینا، دنیا داری میں مگن ہو جانا ____ یہ تھا وہ تصورِ ہلاکت جو صرف اُن کے لئے نہیں ___ بلکہ ہر اہلِ ایمان کے لئے آسمان سے اترا تھا، لیکن صحابہ ءکرامؓ نے اسے سمجھا اور اس پر عمل کا حق ادا کر دیا۔ تب سننے والوں کے پاس ترقی کا کوئی ایک نہیں ____ بلکہ سو درجے تھے۔ یہی ان کا 'کیریئر' تھا۔ اسی 'اسٹیٹس' کے خواب وہ دیکھتے تھے:

((اِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا بَیْنَ الدَّرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَاَعْلَی الْجَنَّةِ)) ((وَ فَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ))
(صحيح البخاري، كتاب الجهاد و السير)

''بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے، تو جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس کا سوال کرو، کیونکہ وہ جنت کا سب سے اونچا اور بیچ کا حصہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی (فردوس) سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں''۔

یہ تھے وہ تصوراتِ کامرانی و ترقی، جو اسلام کی اُس نسل نے اختیار کئے، جس نے دینِ حق کو اپنی جانوں پر ____ اور اس زمین پر غالب کیا۔

غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت رکھی تو نہ سہولیاتِ تمدّن، نہ مادی ترقیات، نہ غربت، نہ علومِ دنیا، نہ صحت، نہ امنِ مطلق اور نہ اتحادِ محض کو موضوعِ دعوت بنایا، نہ ہی (معاذ اللہ) ان نعروں پر لوگوں کو جمع کر کے اپنے پیچھے چلایا۔ سننے والوں کو بھی معلوم تھا کہ پکارنے والے نے کس چیز کی طرف پکارا ہے: ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ

لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا﴾ (اٰلِ عمران ۳:۱۹۳) ''اے ہمارے ربّ! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے ربّ پر ایمان لاؤ، سو ہم ایمان لے آئے''____لبیک کہنے والوں کو بھی معلوم تھا کہ نتیجے میں ہمیں اپنے مالک سے ہر چیز سے بڑھ کر کیا لینا ہے: ﴿رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَکَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ﴾ (اٰلِ عمران ۳:۱۹۳) ''اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری برائیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے''۔

لا ریب کہ اسلامی تہذیب کا دورِ عروج دورِ رسالت مآب ہی تھا۔ بعد میں بھی جب تمدن نے اپنے بازو پھیلائے، ملک فتح ہوئے، نئے شہر بسائے گئے اور تمدّنی انتظامات، ضروری تعمیرات اور محکمہ جات کے قیام کے مراحل پیش آئے تو بھی خلفائے راشدین نے غیروں (عجمیوں) کی تہذیبی و تمدنی چکا چاند کو اپنے سامنے معیار نہیں بنایا حالانکہ فارس و روم کی مادی ترقیات اور اہتمامِ دنیا کے نظارے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اسے اپنے پیروں کی ٹھوکر میں رکھ کر ہی وہ پورے عالم کو اسلام کی آغوشِ رحمت میں لا پائے تھے۔ اقتدار و فتوحات کے اس مرحلے پر بھی اللہ کی عبادت اور اس کے دین کی نصرت، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور اللہ کے کلمے کی سربلندی ان کا بنیادی ہدف تھا:

﴿وَلَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ○ اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ﴾

(الحج ۲۲:۴۱-۴۲)

''اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اس (اللہ) کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبے والا ہے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار سونپ دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کا حکم دیں اور برے

کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام
تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے''۔

یہ تھے زندگی کے وہ اعلیٰ وارفع مقاصد جن کو اپنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں نے دین کی غربت واجنبیت کا خاتمہ کیا اور یوں ایمان کی بہار سے پورا عالم مہکنے لگا۔

اس اطاعت کی برکت سے زمین نے اپنے خزانے اُگلے، آسمان نے موتی برسائے اور تجارتوں نے مٹی کو سونا بنا دیا۔ علم وفضل، امن واخوت اور خوشحالی واطمینان اور ہیبت وقوت کی نعمتیں انھیں اپنے ربّ سے ملیں۔ دنیا کے وسائل ان کے قدموں میں ڈھیر تھے، لیکن وہ جب بھی اپنا دامن جھاڑ کر اس سے گزر گئے۔ ان میں سے ہر ایک نے آخرت کو اپنا غم بنایا تھا، اللہ نے انھیں دنیا کے سب غموں سے آزاد کر دیا اور دنیا ان کے پاس آئی مگر ناک رگڑتی ہوئی:

((مَنْ جَعَلَ الْهَمَّ هَمًّا وَاحِدًا كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْهُ الْهُمُوْمُ لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِيْ اَىِّ اَوْدِيَةِ الدُّنْيَا هَلَكَ))
(رواه الحاكم، وصححه ووافقه الذهبي)

''جس نے بس ایک غم (یعنی آخرت اور رضائے الٰہی) کو ہی اپنا غم بنالیا، اللہ اس کے لئے دنیا کے غم اور فکر میں کافی ہوگیا۔ اور جس کو (طرح طرح کی دنیاوی) فکروں نے الجھا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی پروانہیں کی کہ وہ دنیا کی کس گھاٹی میں گر کر ہلاک ہوا''۔

حوض پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی خواہش، جنت کی حرص، آخرت طلبی اور دنیا سے بے رغبتی (زہد) نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات کے تمام نشیب وفرائض میں ____ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کے لئے مستعد رکھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا، بیماروں کی عیادت، یتیموں بیواؤں کی سرپرستی، تنگدستوں کی کفالت، مصیبت زدوں کی دادرسی، مسافروں کی خدمت وتواضع اور مہمانوں کی مدارت ____ ان نیکیوں میں تو وہ اس زمانے میں بھی پیچھے نہ رہتے تھے جب دنیا والے ان کے منہ سے نوالہ اور سر سے چھت کا سایہ تک چھیننے کے در پے تھے، لیکن

جب آسودگی کے دن آئے، رزق کی فراوانی ہوئی اور شاہانِ عرب وعجم کی غنیمتیں ان کے ہاتھ لگیں تو بھی مُصحفِ قرآنی میں پڑھا جانے والا ہدایت وفلاح کا پہلا درس ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھا۔

ایک طرف اللہ کے معاملے میں وہ ﴿وَاَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ﴾ (الزمر ۳۹:۵۴) ''اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو'' اور ﴿فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ﴾ (الذّٰریٰت ۵۱:۵۰) ''اللہ کی طرف بھاگو'' کی تصویر تھے تو دوسری طرف اللہ کے بندوں کے لئے ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر ۵۹:۹) ''اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں'' جیسے اخلاق سے متصف تھے۔

جب دنیا ان کے پیغام سے نامانوس تھی تو بھی وہ ﴿ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ (المؤمنون ۲۳:۶۱) ''یہی ہیں جو نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں'' کے مصداق تھے اور جب اسلام کی یہ کھیتی برگ و بار لائی تو بھی ان کا حال یہی تھا کہ: ﴿تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الفتح ۴۸:۲۹) ''تم انھیں دیکھو گے کہ رکوع و سجود میں مشغول ہیں، اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی کی تلاش میں لگے ہیں''۔

پس ترقی ان کے لئے نیکیوں اور اصلاح میں ترقی تھی، فلاح ان کے لئے آخرت کی فلاح تھی۔ دعوت ان کی ہمیشہ اللہ کی طرف (دعوت الی اللہ) ہوتی تھی، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ تھا، اخوت صرف اہلِ ایمان کے لئے تھی، امن اہلِ فساد کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی عبادت کے لئے مطلوب تھا اور اہلِ توحید کی خاطر تھا، یا پھر ان کے لئے جو اہلِ توحید کی شرائطِ امن کو پورا کرتے ہوں مثلاً ذمّی، مستأمن، معاہد وغیرہ۔

یہ دعوتِ ایمان قبول کرنے والوں کو آج ــــــ فلاح، ترقی، امنِ مطلق، مساواتِ انسانی، حقوقِ انسانی وغیرہ کے جدید جاہلی تصورات کو صرف چھوڑنا نہیں، بلکہ ان سے جنگ کرنا ہوگی: ﴿فَلاَ تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ (الفرقان ۲۵:۵۲) ''پس کافروں کی بات ہرگز نہ

مانو اور اس قرآن کو لے کر ان کے ساتھ جہادِ کبیر کرو‘‘۔ خیر وشر، فوز و خسران ،حقوق و فرائض، مساوات وعدل، امن وفساد کے ان مغربی پیمانوں کو قبول کرنا اللہ پر افتراء باندھنا ہے۔ سچ یہ ہے کہ جس چیز کی طرف یہ بلاتے ہیں اور زندگی کے جس لائحہ عمل میں مشغول رکھنا چاہتے ہیں وہ دھوکہ ہے نہ کہ کامیابی: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ ۞ مَتَاعٌ قَلِیۡلٌ وَّلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ (النحل ۱۶:۱۱۶-۱۱۷) ’’بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے، بس دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا فائدہ (ہی ان کی کل متاع ہے) اور (مرنے کے بعد) ان کے لئے دردناک سزا ہے‘‘۔ لہٰذا بطور مسلمان ہمیں اپنے ذہنوں میں یہ عقیدہ اچھی طرح راسخ کرنا ہوگا کہ مغرب کی دھوکے باز (دجّالی) دنیا میں رہنے اور ان کی تہذیب و اقدار کو اختیار کرنے والا کافر چاہے کتنے ہی عیش میں ہو ہمارے لئے وہ تباہ حال ہے، عبرت کا نشان ہے اور قابلِ ترس حالت میں جی رہا ہے اس لئے کہ وہ ’’عبد الدنیا‘‘ ہے اور ﴿شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ﴾ ’’بد ترین خلائق‘‘ میں سے ہے، اور ایسے میں یہ کبھی فلاح نہیں پائے گا اور سرتا سر نقصان میں ہے:

﴿وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡبَاطِلِ وَ کَفَرُوۡا بِاللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾ (العنکبوت ۲۹:۵۲) ’’اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کا انکار کیا وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں‘‘۔

جب کہ اس کے مقابلے میں اللہ کی اطاعت کرنے والا مومن، چاہے ان تمدنی سہولیات سے کتنا دور ہو، چاہے غاروں یا کہیں دشت وجبل میں رہ کر اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اس کی عبادت کر رہا ہو، ایمانی تقاضوں کو پورا کر رہا ہو تو وہ ہمارے لئے مثال ہے، نمونہ ہے اور قابلِ رشک حال میں ہے کیونکہ وہ اللہ کا بندہ ہے، ان میں سے ہے جو: ﴿خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ﴾ ’’بہترین خلائق‘‘ ہیں۔ اور اس نے وہ راستہ اختیار کیا ہے جس میں فلاح یقینی ہے: ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ...﴾ (المؤمنون ۲۳:۱) ’’یقیناً ایمان والے فلاح پا گئے...‘‘۔

پھر اس بنیادی فرق کی وجہ سے ان میں کبھی مساوات قائم نہیں ہو سکتی، کبھی یہ اور وہ ایک سے نہیں ہو سکتے ــــــ حقوق میں، احترام میں، آراء میں۔ بھلے انسانی حقوق کا چارٹر اس بارے میں کچھ

کہے، کیونکہ اللہ کی آیات ہمارے لئے کافی ہیں:

﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ﴾ (القصص ۲۸:۶۱)

''بھلا وہ شخص جس سے ہم نے ایک اچھا وعدہ کر رکھا ہے، اور وہ اسے پانے والا ہے کبھی اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جسے ہم نے صرف حیاتِ دنیا کا سامان دے رکھا ہو اور پھر وہ قیامت کے روز (سزا کے لئے) گرفتار کر کے لائے جانے والوں میں سے ہو؟''

رہی بات کفار کے دنیا کو امنِ مطلق کا گہوارہ بنانے کی تو یہ دعوت بھی کیسے قبول کی جا سکتی ہے جب تک کہ دنیا میں خود ان کا پھیلایا ہوا فتنہ وفساد موجود ہے؟ فتنے کے خاتمے تک جہاد قرآن نے ہم پر فرض قرار دیا ہے تو بھلا رحمٰن کو چھوڑ کر شیطان کی پکار کیسے سنی جا سکتی ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ''سلامتی کے لئے بڑھتے ہوئے خطرات'' سے ہمیں ڈرا کر اپنے آپ کو سلامت رکھنا چاہتے ہیں، (ہمیں جتنا سلامت یہ رکھنا چاہتے ہیں، اس کا اندازہ لگانے کے لئے مسلم ممالک میں ان کے فوجی اڈوں کا پھیلاؤ اور عراق، افغانستان اور فلسطین وغیرہ میں ان کے ظلم کو دیکھنا کافی ہوگا)۔ یہ تو چاہیں گے کہ ہم ایسے میں بھی ان کے ساتھ امن وسلامتی کے مذاکرات میں الجھے رہیں، اور سلامتی (صرف جان کی، ایمان کی نہیں) کو ایک مستقل اور مطلوب قدر کے طور پر قبول کر لیں۔ اللہ تعالیٰ جن قوموں کو دنیا وآخرت میں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں ﴿...مِنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا﴾ عذاب کی خوشخبریاں دیتا ہے، کس میں یہ مجال کہ انھیں سلامتی کی مطلق ضمانت دے دے؟:

﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ (الرعد ۱۳:۳۴)

''ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو انھیں اللہ سے بچانے والا ہو''۔

امن کا حق دار وہی ہے جسے یہ حق اللہ تعالیٰ کی مؤمن ومھیمن ذات عطا فرمائے:

﴿وَ كَيۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَكۡتُمۡ وَلَا تَخَافُوۡنَ اَنَّكُمۡ اَشۡرَكۡتُمۡ بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا فَاَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ اَحَقُّ بِالۡاَمۡنِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ o اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾

(الانعام ۶:۸۱۔۸۲)

''اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، سوان دونوں فریقوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہ کیا ایسوں ہی کے لئے امن ہے، اور وہی ہدایت یافتہ ہیں''۔

دل جس کا ہوا، جان بھی وہ لے کے رہے گا!

لیکن جب ہم نے دعوت الی اللہ اور اس کے تقاضوں کو بھلا دیا، غیروں کے تصورات ومعیارات کو اپنا لیا، ان کی اقدار کو قبول کر لیا، اسلام کے ذریعے عزت حاصل کرنے کے بجائے دنیاوی ترقیات کا غم دلوں میں بسا لیا تو اس کے نتیجے میں دلوں کے ساتھ ساتھ ہماری زمینوں اور جسموں پر بھی ان کی حکمرانی ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ ہمیں ہماری اصل بیماریوں اور اس کے نتائج کے بارے میں آگاہ کرتی ہیں:

((يُوۡشِكُ الۡاُمَمُ اَنۡ تَدَاعَي عَلَيۡكُمۡ كَمَا تَدَاعَي الۡاَكَلَةُ اِلٰى قَصۡعَتِهَا. فَقَالَ قَائِلٌ وَ مِنۡ قِلَّةٍ نَحۡنُ يَوۡمَئِذٍ؟ قَالَ بَلۡ اَنۡتُمۡ يَوۡمَئِذٍ كَثِيۡرٌ وَلٰكِنَّكُمۡ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ

''قریب ہے کہ کفر کی امتیں تمہارے خلاف جنگ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دے کر بلائیں گی جس طرح بھوکے ایک دوسرے کو دستر خوان پر دعوت دے کر

السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ. فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.))

(سنن ابي داود، كتاب الملاحم، باب في تداعي الأمم على الاسلام))

ہیں۔اس پر ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیا اس وقت ایسا ہماری قلتِ تعداد کی وجہ سے ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا بلکہ اس وقت تو تم زیادہ تعداد میں ہوگے لیکن تم سیلابی پانی کے میل کچیل (اور جھاگ) کی طرح ہوگے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے ضرور ہی تمہاری ہیبت ختم کر دیں گے اور تمہارے دلوں میں وہن (کمزوری) ڈال دیں گے'' تو پوچھنے والے نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ وہن کیا ہے؟ فرمایا ''دنیا کی محبت اور موت کی کراہت''۔

ایک اور روایت میں ''موت کی کراہت'' کی جگہ قتال کی کراہت کے الفاظ مذکور ہیں۔لہٰذا پتہ چلا کہ ہماری کمزوری کا سبب دنیا کی محبت اور جہاد سے نفرت ہے۔یہ کمزوری دشمنوں کے دلوں سے ہماری ہیبت نکلوا دیتی ہے۔اور جب ہیبت نکل جائے تو پھر کفار کے لئے ہم پر ٹوٹ پڑنا آسان ہی نہیں بلکہ ''ضروری'' ہو جاتا ہے، کیونکہ اندھیرے کی بقا کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ روشنی اور اس کے منبعوں پر یلغار کردے۔

ہمارے انھی رویوں اور اس کے نتائج کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشادات بھی فرمائے ہیں:

((اِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ وَاَخَذْتُمْ اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ وَ تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ

''جب تم عینہ کے مطابق (سودی) سودے کرنے لگو گے اور گائے بیلوں کی دمیں پکڑ لو گے، زراعت اور باغبانی (کی زندگی پر)

حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ))	پر مطمئن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو
(سنن ابي داود، كتاب البيوع)	اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا جو اس
	وقت تک وہ نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے
	دین کی طرف واپس پلٹ نہ آؤ۔''

کیا ہمارے یہی رویے ((وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا)) ''عنقریب یہ (اسلام) پھر سے اجنبی ہو جائے گا'' کی عملی شرح نہیں ہیں؟ کیا زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ذلت کے مسلط ہونے کی جو خبر دی گئی ہے، ہماری موجودہ حالت کی اس کے علاوہ بھی کوئی کوئی تعبیر کی جا سکتی ہے؟

پھر وہی غربتِ اسلام کا زمانہ ہے

اسلام کی غربت اور اپنی درماندگی و ذلت کو جانچنا، پرکھنا آج کیا مشکل ہے؟ دور کیوں جایئے ___ آئینہ دیکھئے، اپنی گھڑی کی طرف دیکھئے، اپنی مصروفیات اور ترجیحات کا میزانیہ بنایئے، اپنی نمازیں، قرآن کی تلاوت و تعلیم، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے اتباع کی حرص اور روزمرّہ کے مسائل میں شریعت سے رجوع کا جائزہ لیجئے۔ پھر اپنے آرام کدوں میں بھی جھانکئے، گھر کے دالان میں نشریاتی رابطوں پر کیا نشر ہو رہا ہے؟ سب اہلِ خانہ مل کر کیا دیکھ اور سن رہے ہیں؟ تہذیبِ کفر جو کچھ ہمیں سنا اور دکھا رہی ہے کیا وہ سبھی حرام و حلال کی تمیز کے بغیر کانوں میں اترتا اور آنکھوں میں ڈھلتا تو نہیں جا رہا؟ میز پر پڑے رسائل و جرائد میں چھپے نقوش اور تحریروں کو سمجھئے، نئی نسل کے انداز و اطوار کا تجزیہ کیجئے، اپنے بچوں کی نصابی کتابوں کا تجزیہ کیجئے، اپنی بچیوں کے لباس کو جانچئے، محلے کے جوانوں کی مصروفیات، ان کے مستقبل کی ترجیحات کو دیکھئے، بستی کی آبادی اور پھر مسجد میں نمازیوں کے تناسب کا شمار کیجئے، زکوٰۃ ادا کرنے والوں، وراثت کی شرعی تقسیم کرنے والوں کا (بشمول دیندار کہلانے والوں کے) تناسب نکالئے، چوپالوں کے مشاغل اور موضوعاتِ گفتگو سنئے، بینک کھاتوں اور سکیموں کی نوعیت کو سمجھئے، سُود سے بچنے والوں کی گنتی کیجئے۔ بسنت،

نوروز، کرسمس میں اہلِ اسلام کا رنگ دیکھئے۔عدالتوں میں نافذ قوانین کو پڑھیے، بلادِ اسلام کے اہلِ تخت وتاج پر نگاہ ڈالیے، پارلیمان میں پاس ہونے والے بلوں کا جائزہ لیجئے، این جی اوز کے لائحہ عمل اوران کے اثرات دیکھئے، ملٹی نیشنل کمپنیوں کی آمدنیوں کا سرسری اندازہ لگایئے۔ پھر فلپائن اور گجرات کے مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالئے، شیشان کی بستیوں کا خیال کیجئے، بغداد کے ہسپتالوں، فلوجہ کی مسجدوں، فلسطین کے بچوں، کشمیر کی ماؤں کا سوچئے، افغانستان کی شاہراہوں، دشتِ لیلیٰ، باگرام، گوانتاناموا اور ابوغریب سے گذریئے، بوسنیا کے وہ بیس ہزار بچے، جنھیں صلیبی اپنا ہم مذہب بنانے کے لئے پورے مشرقی اور مغربی یورپ میں بکھیر چکے ___ ان کا تصور کیجیے۔ ڈیزی کٹر (بم)، ٹام ہاک (میزائیل) اور تابکار یورانیم ملے گولوں کے اہداف اور عالمِ اسلام کی سمندری حدود پر لنگر انداز بحری بیڑوں کے گھیراؤ کو دیکھئے۔ تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، شیشان، ترکی، پاکستان، لبنان، فلسطین، اردن، الجزائر، مصر، یمن، کویت، قطر، بحرین، متحدہ عرب امارات، عراق، افغانستان، انڈونیشیا میں قائم صلیبی صیہونی فوجی اڈوں کو دیکھئے، قبلہء اوّل کی چوکھٹ پر لگے جھنڈے کو پہچانئے، بیتِ کعبہ ___ جی ہاں بیتِ کعبہ جہاں آپ ہر سال لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک کہتے ہوئے جاتے ہیں ___ اس کے نواح وعقب میں 'نحن شرکاء لہٗ' کا نعرہ بلند کرنے والے، دنیا کو فساد سے بھرنے والے فرعونیوں کے اڈّوں اور ان میں کھڑے جہازوں اور عظیم تر اسرائیل کے نقشوں کو لیکن ___ مت دیکھئے کیونکہ آنکھیں آپ سے حساب مانگیں گی ___ اور مشکل پیش آجائے گی ___

اتنا پانی کہاں تھا قلزم میں
بہہ رہا ہے جو خونِ دل ہے مرا

یہ سب منظر دیکھ کر خود فیصلہ کیجئے کہ آج اسلام اجنبی، انجان، پردیسی اور نامانوس ہے یا نہیں!

پرکھوں سے وہ نسخہ ءشفا کیوں نہیں لیتے ؟

سوال یہ ہے کہ ایسے میں نجات کا راستہ کیا ہے؟ کن لوگوں کے لئے ہے؟ فرمایا کہ ((فَطُوبٰی لِلْغُرَبَاءِ))''بھلائی (اور سعادت) اجنبیوں کے لیے ہے''۔ اور کہا جا رہا ہے کہ ((... حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ)) ''...یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف واپس پلٹ آؤ''۔ یعنی بتایا جا رہا ہے کہ جس راستے پر پہلے (والے) تھے، اُس کی طرف لوٹ آنا۔ جیسے وہؓ تھے ویسے ہو جانے کی کوشش کرنا تا کہ تمہیں بھی یہ بشارت مل جائے۔ ظاہر و باطن میں، سوچ اور فکر میں، ترقی کے تصور اور فلاح کے عقائد میں، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں، اولیاء اللہ کی ولایت اور اعداء اللہ کی عداوت میں، کفر و فسق اور گناہوں سے کراہت اور زینتِ ایمان کی محبت میں ____ موت کی یاد اور آخرت کی تیاری میں، انداز و اطوار، پسند و ناپسند، محبت و نفرت، معیشت و معاشرت اور تمدن و سیاست میں ____ تقویٰ، خشیت، انابت الی اللہ کی تڑپ اور جہاد فی سبیل اللہ ____ ان سب میں اُن کی مثال سامنے رکھنا! دنیا کے دھوکے میں مت آنا، اللہ ہی کی طرف بلانا، اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر، جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے، تو دیر مت کرنا، جہاد کو اسی طرح فرض جاننا جیسے یہ ﴿کُتِبَ عَلَیْکُمْ...﴾ کے الفاظ میں نازل ہوا ہے۔ لیکن دیکھو اگر تم یہ سب کچھ کرو گے تو تمہیں ہاتھوں ہاتھ نہیں لیا جائے گا، بلکہ تم ''غرباء'' ____ غیر مانوس اور انجان بن جاؤ گے، جیسے پہلے والے بن گئے تھے۔ اگر تم ایسے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروا کیے بغیر ____ دنیا والوں کے چلن سے بچ گئے اور اللہ والوں کی راہ اختیار کر گئے تو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ابدی خوشحالی کا پروانہ (فَطُوبٰی لِلْغُرَبَاءِ) مل جائے گا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب آپ نے اجنبیوں کے لئے خیر و سعادت کی بشارت سنائی تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجنبی کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ((اَلنُّزَّاعُ

مِنَ الْقَبَائِلِ)) (احمد، مسند عبداللّٰہ بن مسعودؓ) ''اپنے قبیلوں سے (دین کی خاطر) نکل کھڑے ہونے والے لوگ''۔

مُسندِ احمد کی ایک اور روایت کے مطابق، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپؐ نے فرمایا:

((طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ)). فَقِیْلَ: مَنِ الْغُرَبَاءُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قَالَ ((اُنَاسٌ صَالِحُوْنَ فِیْ اُنَاسٍ سُوْءٍ کَثِیْرٍ مَنْ یَّعْصِیْھِمْ اَکْثَرُ مِمَّنْ یُّطِیْعُھُمْ.)) (احمد، مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاصؓ)

''خوشخبری ہے اجنبیوں کے لیے'' تو پوچھا گیا، کون اجنبی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا ''برے لوگوں کی کثرت میں (گھِرے ہوئے) نیک لوگ۔ جواُن کی نافرمانی کریں گے، وہ ان کا کہنا ماننے والوں کے مقابلے میں زیادہ ہوں گے''۔

اسلام کی اجنبیت کے اس دور میں اجنبیوں کا راستہ ____ نسخہء شفا یہی ہے۔ بدی کے سمندر سے اپنے آپ کو بچا نکالنا، اور بروں کی پروا کیے بغیر نیکی اور اصلاح کو اپنا شعار بنالینا، اور دورِ اولین کے غرباء کی طرح اپنے دین کی جانب واپس پلٹ آنا ہی بڑی کامیابی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ خزاں کے موسم میں بہار کا رنگ تو اسی وقت جم سکتا ہے جب اوّل تو خزاں کو خزاں کہا جائے اور پھر اس اعتراف کے ساتھ قافلہء بہار کے ان پھولوں کا سا رنگ و بو اختیار کرلیا جائے جنؓ کا ایمان بھی معتبر:

﴿ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا ﴾ (البقرۃ ۲:۱۳۷)

''پس اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں''۔

اور جنؓ کا عمل بھی اسوہ ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ﴾ (التوبۃ ۹:۱۰۰)

''اور جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جتنے لوگ اخلاص

کے ساتھ (قیامت تک) ان کے پیرو ہیں
اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس
سے راضی ہوئے''۔

پس صحابہؓ کے اسوے کی پیروی میں اللہ کی رضا ہے۔ اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی اور نجات ہے، اور یہی مطلب ہے دین کی طرف پلٹ کر آنے کا۔

تمہاری زندگی کو اپنی موت جانتے ہیں وہ

لیکن جدید دجالی تہذیب دین کی اس ساری دعوت اور اس کے بنیادی تصورات کی دشمن ہے اور اس کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دعوت کی اساس ایمان بالغیب اور وحی کی بالادستی پر مشتمل ہے۔ یہ انسان کو ''آزاد'' نہیں مانتی، بلکہ اس کو ''بندہ'' قرار دیتے ہوئے ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ﴾ کا دعویٰ کرتی ہے اور اب آخری آسمانی ہدایت کے طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو فیصلہ کن امر تسلیم کرتی ہے۔ یہ ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ (الاعراف ۷: ۵۴) ''یاد رکھو کہ اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا'' کا فیصلہ سناتی ہے، ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ (یوسف ۱۲: ۴۰) ''حکم تو بس اللہ ہی کا ہے'' کا اعلان کرتی ہے اور اسلام کے سوا ہر فکر اور دعوت کو باطل قرار قرار دیتی ہے۔ اپنے سوا کسی بھی دوسرے دین وملت کے غلبے کو فتنہ کہتی ہے، اور پھر اس فتنے کے خاتمے اور دین کو ایک اللہ کے لئے خالص کرنے کا اعلان کرتی ہے: ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ (الأنفال ۸: ۳۹) ''اور ان کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے''۔

تہذیبِ کفر کے امام اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دعوت کے پیروکار اپنے آپ کو ایک امت سمجھتے ہیں، اپنے تابناک ماضی سے وابستہ ہیں، اور اپنے روشن مستقبل کے بارے میں پر امید ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے بڑھ کر ''خطرناک'' بات بھی یہ ہے کہ اس امت کے پاس اپنے

دین (اسلام) کے عالمگیر غلبے کے بارے میں مستقل پیشین گوئیاں موجود ہیں اور وحی (قرآن) اور صاحبِ وحی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی ان بشارتوں، اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کا ـــــ اس امت کا پختہ ارادہ ہے!

پس ـــــ وحی اور صاحبِ وحیؐ کے اتباع کی طرف، بغیر کسی مداہنت کے دعوت دینے والے ہر شخص کو یہ تہذیب اپنا کھلا دشمن اور ہر وہ جگہ جو اس وحی کی دعوت کا منبع ہوسکتی ہے، اس کو اپنا کھلا ہدف سمجھتی ہے۔ چنانچہ حاملینِ قرآن وسنت ہوں یا مسجد و مدرسہ اور مراکزِ جہاد، ان کی ویرانی و تباہی اسے مقصود ہے۔

دین کی بربادی کا یہ عمل ان کی اس جنت کی بقا کے لیے ناگزیر ہے جو انھوں نے اپنے انسانوں کے لیے اس دنیا میں تیار کر رکھی ہے۔ یہ تباہی چاہے عملاً کروز، ڈیزی کٹر اور یورانیم ملے بموں کے استعمال کے ذریعے کرنی پڑے، جیسے قندھار اور خوست کے مدارس یا فلوجہ کی مساجد کے ساتھ ہوا، یا جیسے یورپ کی صلیبی اقوام نے مل کر بوسنیا کی ہزار سے زائد مساجد کو تباہ کروایا، ان کے آئمہ کو شہید کیا، اور سربریت کی ایک سیاہ داستان تاریخ میں رقم کی ـــــ یا جہاں براہِ راست ممکن نہ ہو (یا ابھی باری نہ آئی ہو) اور معنوی لحاظ سے اس دعوت کو تلپٹ کرنا پڑے، تو ان کوششوں کے لئے بھی ان کے پاس مفصّل لائحہ عمل موجود ہوتا ہے، مثلاً تعلیمی نصاب و نظامِ کو دنیادارانہ اور سیکولر بنانا، اس میں سے ''خطرناک'' موضوعات کو خارج کرانا، یا سرکاری خطاباتِ جمعہ کی تنفیذ کرانا وغیرہ۔ اسی طرح حق گو علماء اور دینی قیادت کو قید اور قتل کے ذریعے راستے سے ہٹانا اور جہاں مشکل ہو وہاں دباؤ، استہزاء، مراعات، باہم دوروں اور ملاقاتوں کے ذریعے ان کی ذہن سازی کرنا اور انھیں ''معتدل بنانا'' بھی یہود و نصاریٰ کی اس مہم کا حصہ ہے۔ یہ اہداف ناگزیر ہیں اور خود اُس تہذیب کے بقا کی ضمانت بھی۔

جہادی مراکز کا معاملہ تو کسی سے پوشیدہ نہیں تاہم مسجد کا معاملہ بھی غیر اہم اس لئے نہیں کہ مسجد کو یہ لوگ اپنے خلاف کسی مورچے سے کم نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں یہ تہذیبِ اسلام کے آخری

مورچے ہیں جو فتح ہوگئے تو پھر کام آسان ہے۔

یہ مسجد ہی ہے جو امتِ توحید کو دن رات اپنے ربّ سے جوڑتی ہے، راکعین کے ساتھ رکوع کرنے کا موقع دیتی ہے۔ روز و شب میں کسی بھی لمحے دنیا کے ہر کونے میں لاکھوں مسلمان اللہ اکبر کہہ کر ہر طاغوت کی نفی کرتے ہیں اور ہر نماز میں (جہراً اور سراً) یہودیوں کے مبغوض اور عیسائیوں کے گمراہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ مسجد کے محراب آج تک حق بجق کسی ترمیم و اضافے کے بغیر وحی کی آیات سے گونج رہے ہیں۔ یہ مومن کو اس کا اصل مقام، ذمہ داریاں اور نیک انجام جب کہ کافر کو اس کی حیثیت، اوقات اور بدانجام یاد دلاتے ہیں، تو کیا محراب و منبر کے مورچے کو برداشت کیا جاسکتا ہے؟ نہیں! بلکہ ان کے خلاف ان کی کھلی اور چھپی جنگ شروع ہے۔ لیکن ہم ان شاء اللہ ان مسجدوں کو ہمیشہ آباد ہی رکھیں گے۔ کیونکہ انھی سے ہمارے دلوں میں ایمان کی کھیتیاں آباد ہیں، یہیں سے ہمیں نور ملتا ہے، ان میں اگر ہم پانچ اوقات جائیں تو ہمارے حق میں ایمان کی گواہی معتبر ٹھہرتی ہے۔ یہ ایک مسجد (مسجد الحرام) ہی ہے جس کی طرف رخ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں، یہ ایک مسجد ہی ہے جس سے پھوٹنے والی علمِ نبوت کی کرنیں پوری دنیا میں پھیل گئیں، جس سے متصل صفہ کا مدرسہ نہ ہوتا تو نہ جانے آج ہم کہاں کھڑے ہوتے؟ یہ ایک مسجد ہی ہوگی جس کے مینارے کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما کر یہود و نصاریٰ کے خلاف جہاد کو آگے بڑھائیں گے، اور مسیحِ دجّال کو قتل کریں گے۔ پھر یہ مسجدیں ہی ہیں جن کے صحنوں اور اس سے متصل چبوتروں میں قال اللہ و قال الرسول پڑھنے والے نونہالوں کی صدائیں نسل در نسل ہمارے ایمان کا اعلان بن کر آج تک گونجتی ہیں۔ وہ ان آوازوں کو خاموش کرانا چاہتے ہیں اور اس کی جگہ ہمارے بچوں کو ''بابا بلیک شیپ'' اور مزید بہت کچھ پڑھا کر ایسی کالی بھیڑیں پیدا کرنا چاہتے ہیں جو ملتِ بیضاء کا چہرہ مسخ کر کے رکھ دیں۔ اور اللہ نہ کرے، اگر ایسا ہوگیا تو پھر اندلس کے ویرانے اور بخارا و سمرقند کے اصطبل ہماری نگاہوں میں رہنے چاہئیں۔

حقیقت میں قرآن کی تعلیم و تدریس، حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فہم، فقہ اسلامی کا سارا

ذخیرہ ــــــ یہ سبھی اس تہذیب کی عالمگیر تنفیذ میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں، جسے اہلِ اسلام کے نگاہ وذہن سے دور کرنے کا وہ بھرپور ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن دینی تعلیم یافتہ طبقے کے ساتھ ساتھ، وہ عصری تعلیم یافتہ مسلمان سے بھی بے خوف نہیں۔ انھیں یہ ڈر ہے کہ ہماری طرز پر بنائے اداروں اور مراکز سے (چاہے یہ بلادِ اسلامیہ میں ہوں) نکلنے والے جوانوں پر کہیں ان ''غیر مہذب'' (بزعمھم) افکار وافراد کی پرچھائیاں نہ پڑ جائیں، کیونکہ وہ یہ دیکھ چکے ہیں کہ اگر جرمنی میں 'ٹاؤن پلاننگ' میں اختصاصی تعلیم حاصل کرچکا ایک مصری انجینئر محمد عطا، اپنے ساتھیوں سمیت ــــــ عالمِ اسلام کے جید علمائے جہاد مثلاً حسن ایوبؒ، حمود بن عقلاءؒ، علی الخضیر، مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ وغیرہم کی تعلیمات کی روشنی میں ــــــ ہمیں گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ جیسا دن دکھا سکتا ہے، ہمارے عسکری اور معاشی قلعوں کو مسمار کرسکتا ہے، تو یہ ''جدید'' ذہن (جو ان کے گھر کا بھیدی ہے) ''قدیم'' فکر کے تابع ہوکر کس قدر خطرناک ثابت ہوسکتا ہے! چنانچہ ان دونوں طبقات کے درمیان خلیج کو وسیع کرنا بھی ان کے اہداف میں شامل ہے۔

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مجاہدین کے واضح اعتراف کے باوجود بعض غربی اداروں اور دانش وروں نے (اپنی سیاسی پالیسی کے بالعکس) گیارہ ستمبر کے حملوں کو مسلمانوں کے بجائے 'کسی اور' کی کارروائی قرار دینے کی مہم چلائی تاکہ مسلم قوم کو یہ باور کرایا جاسکے کہ ہم ناقابلِ شکست ہیں اور ہماری دفاعی ٹیکنالوجی کے حصار کو خارج سے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ اس احساس کا پھیل جانا کہ ہمیں ''کوئی اور'' اس طرح سے ضرب لگا سکتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اصل طاقت پھر ''کوئی اور ہی'' ہے، ہم نہیں! نیز یہ بھی کہ اس طرح مسلمانوں میں ہمارے خلاف مزید ایسی کارروائیوں کا حوصلہ پیدا ہوجائے گا اور ہماری ناقابلِ تسخیریت کے تصور کو دھچکا لگے گا۔ ایک وقت آئے گا کہ ان شاء اللہ، رومیوں کے لشکر شکست کھا چکے ہوں گے، واشنگٹن پر اسلام کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا (اگر تب تک اس شہر کا وجود ہی صفحہء ہستی سے مٹ نہ چکا ہوا تو) ــــــ لیکن موجودہ کفر کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے والے تب بھی شاید یہی سوچ رہے ہوں گے ''مغرب

کی ٹیکنالوجی کو شکست کیسے ہوگئی؟ مجاہدین کے بس میں یہ کب تھا؟'' بدر کے فیصلہ کن دن سے پہلے بھی مرعوب ذہن ایسی ہی باتیں کرتے تھے:

﴿اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّهٰۤؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

(الانفال ۸:۴۹)

''وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے جب منافقین اور جن کے دلوں میں روگ لگا ہوا تھا کہتے تھے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے دین نے خبط میں مبتلا کر رکھا ہے۔ حالانکہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں''۔

مغربِ جدید کو شکست دینے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دل اور دماغ دونوں کو سمجھا جائے۔ اس کا دماغ تو ''مغربی'' ہے لیکن اس کا دل آج بھی صلیبی ہے۔ تحریف شدہ صحیفوں سے لیا ہوا جنت و دوزخ کا ایک دھندلا سا تصور تو شاید دلوں میں موجود ہے لیکن حق کو قبول کرنے میں رکاوٹ یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں سے بسائی ہوئی ہنستی بستی جنت، کسی ان دیکھے مستقبل (حقیقی جنت) پر کیسے قربان کر دی جائے؟ قوت و محنت برائے سرمایہ اور سرمایہ برائے لذّت ___ جیسے رومی افکار کے زیرِ اثر اختراعات، ایجادات، وسائلِ قدرت پر دسترس اور پھر سرمایہ دارانہ بالادستی کے خواب ذہنوں میں ضرور ہیں لیکن صلیب (اور ہیکل) کی عظمت کو منوانا ___ اس کی خواہش بھی دلوں میں موجود ہے (جو کبھی زبانوں سے پھسل بھی جاتی ہے) ﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾ (اٰلِ عمران ۳:۱۱۸) ___ تاہم بالعموم ان دلی جذبات کے کتمان سے کام لیا جاتا ہے کہ کہیں فریقِ مقابل بھی جوش و جذبات میں صلیب کے مقابلے میں قرآن کو لے کر میدان میں نکل آیا تو اس کا تحمل کون کرے گا؟

یہود کی صورت میں انھیں آزمودہ، باوسائل اور فتنہ پرور مشیر اور (سرپرست) پورے عالم میں اور ہر محاذ پر دستیاب ہیں۔

فتح ہے جس کی منتظر، تمہی وہ کاروان ہو

سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک موقع پر بڑی دلچسپ بات فرمائی تھی، مفہوم جس کا یہ ہے کہ:

''آج آپ کو مغرب کی جو چکا چوند، ایجادات اور مادی ترقی نظر آتی ہے جسے اختیار کر کے وہ چاند تک پہنچ چکے ہیں تو بھلا یہ کیسے ممکن ہوئی؟ ظاہر ہے ایسے ہی کہ انہوں نے اپنے بہترین اذہان اس کام پر لگا دیئے ہیں۔ تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بہترین اذہان صرف اسی کام پر لگائے ہوئے ہیں؟ نہیں ____ بلکہ اس سے کہیں زیادہ ذہین لوگ انھوں نے آپ کے پیچھے اور آپ کے خلاف سازشوں کے لیے لگا دیئے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی طرح کے لوگ نظر آتے ہیں جب کہ دوسرے پسِ پردہ ہیں''۔

اور پھر اسی موضوع کا تسلسل کہیے کہ جسے امام عبداللہ عزام شہیدؒ نے بیان فرمایا ____ خلاصہ جس کا کچھ یہ ہے کہ:

''اسلام کے خلاف کفار نے پچھلے ۱۴۰۰ سال میں جتنی سازشیں کی ہیں اگر ہمارے اس دینِ حق کی جگہ کوئی اور دین ہوتا تو کئی بار مٹ کر ختم ہو چکا ہوتا''۔

ان سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں جہادِ افغانستان میں شریک ہونے والے عالمِ اسلام کے مجاہدین کو شیخ عبداللہ عزامؒ ہی نے ایک اہم نصیحت کی، جس کا نچوڑ یہ ہے کہ:

''روس کو افغانستان سے نکال چکنے کے بعد بھی آپ افغانستان کی سرزمین کو ہرگز نہ چھوڑیں الّا یہ کہ یہاں کی قوم ہی آپ کو نکال دے ____ اور اگر جہاد اس خطے میں ختم بھی ہو گیا تو آپ کا یہاں (افغانستان میں) ٹھہرنا رباط (جہادی پڑاؤ) ہوگا، اور پھر یہ اعداد (تیاری)، فلسطین سمیت دیگر تمام اسلامی مقبوضات کی بازیابی اور امتِ مسلمہ کی عالمگیر اٹھان، اور اسلامی خلافت کے احیاء کا ذریعہ بنے گا''۔

آج اہلِ اسلام کو علمی، اقتصادی، عسکری لحاظ سے دشمن نے گھیر رکھا ہے۔ لیکن ہمیں یہ یقین رکھنا

چاہیے کہ کفار کی ساری منصوبہ بندیوں، منافقین کی سازشوں، اہلِ اسلام کی کمزوریوں کے باوجود بھی یہی امتِ مسلمہ ہے جو انسانیت کے لیے امید کی آخری کرن ہے۔ یہی امتِ وسط ہے، عدل کی میزان اسی کے ہاتھ میں ہے، آسمانی شریعت کی وارث وامین یہی ہے، آسمان سے زمین والوں کا آخری حقیقی تعلق اسی امت کے دم سے ہے، یہ کبھی شر پر جمع نہ ہوگی۔ دین کی سچی دعوت اسی کے پاس ہے اور اللہ اپنے اس نور کی حفاظت کرتا رہے گا چاہے مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار ہو۔ حکام چاہے جتنی بھی خیانتیں کرلیں، علمائے سُوحق کی لاکھ تلبیس کرلیں، ارتداد کی کیسی ہی آندھیاں چلیں، کافروں اور مسلمانوں میں فاصلے مٹانے اور قربتیں بڑھانے والے جتنا بھی زور لگالیں، حق ظاہر رہے گا اور حق والے موجود رہیں گے۔ اللہ کی طرف دعوت دی جاتی رہے گی اور جہاد کرنے والے جہاد کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ قیامت آجائے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوجائے۔ اور ظاہر ہے کہ جب مہدی کا ظہور ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، تو وہ جہاد کے اسی عمل کو آگے بڑھائیں گے، مجاہدین نے جسے اُس دن تک زندہ رکھا ہوگا۔ جہاد کے تسلسل میں ہی دنیا بھر میں خلافت علیٰ منہاج النّبوۃ قائم ہوگی، جس کے وعدے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بشارتوں سے ثابت ہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًا فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا	”تمہارے درمیان نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ وہ رہے۔ پھر اللہ اسے اٹھا لے گا جب وہ اسے اٹھانا چاہے گا۔ پھر (اس کے بعد) خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہوگی تو وہ اس وقت تک چلے گی جب تک اللہ اسے چلانا چاہے گا، پھر اللہ اسے اٹھا لے گا جب وہ چاہے گا کہ اسے اُٹھالے۔ پھر (اس کے بعد)

ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَا فَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ))

(رواہ احمد،اوّل مسند کوفیین)

کاٹ کھانے والی حکومت ہوگی، پس وہ چلتی رہے گی جب تک کہ اللہ چاہے گا کہ وہ چلتی رہے، پھر وہ اسے اٹھالے گا جب وہ چاہے گا کہ اس کو اٹھالے۔ پھر جابرانہ اقتدار ہوگا،تو وہ اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ اس کو رکھنا چاہے گا۔ پھر وہ اسے اٹھالے گا جب وہ چاہے گا کہ اسے اٹھالے پھر اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہو گی، پھر آپ خاموش ہوگئے!''۔

پس جس وقت یہ خلافت قائم ہوگی، بین الاقوامی جاہلی نظام ٹوٹ پھوٹ جائے گا، ختم ہو جائے گا۔ جبر (شخصی ہو یا جمہوری) کی بساط دنیا سے لپیٹ دی جائے گی۔اور یہ بات تو ہمارے ایمان کا حصہ کہ اس جاہلی تہذیب نے مٹنا ہے، برخلاف انتہائے تاریخ (اینڈ آف ہسٹری) کے اس باطل نظریے کے، جس میں اس تہذیب کو کرۂ ارض کی آخری اور تا ابد غالب رہنے والی تہذیب کہا گیا ہے۔اس خرافات کی حقیقت بھی محض ان کے منہ سے بکی ہوئی بات'' **قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ** '' کی ہے۔لیکن ان حقائق کے باوجود کچھ لوگ اس دجّالی تہذیب کے وجود اور بقا کو تسلیم کرتے ہیں۔

بقائے باہمی قرآن کی صدا تو نہیں!

یہ لوگ اہلِ مغرب سے کہتے ہیں: ﴿تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ...﴾ (اٰلِ عمران ۳:۶۴) ''آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے''۔لیکن اس کا کیا کیجئے کہ وہ مشترک بات جو (موجودہ) فریقین کے ہاں اس مکالمے میں طے پائی ہے، وہ توحید کا یہ کلمہ نہیں جس کی دعوت قرآن دیتا ہے: ﴿...اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ

بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ﴾(اٰلِ عمران ۳:۶۴)’’کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو ربّ قرار نہ دے، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر‘‘____ نہیں، بلکہ ان کے ہاں یہ مشترک بات ’’پرامن بقائے باہمی‘‘ ہے کہ تم ہمیں نہ چھیڑو اور ہم تمہیں نہیں چھیڑیں گے۔ اس سے بھی بڑھ کر اہم سوال یہاں یہ ہے کہ اس مذکورہ بالا ’’مکالمے‘‘ کو مبنی بر قرآن دعوت کیسے کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کی حیثیت ’’ایک فریق کی جانب سے دوسرے فریق کو دعوت‘‘ کی نہیں بلکہ ’’دونوں کے درمیان طے شدہ مشترکہ ہدف‘‘ کی ہے۔ پس ’’حربی اقوام‘‘ کے ساتھ ’’امن‘‘ کے مذاکرات میں وہ الجھے، لوحِ قرآنی کا فیصلہ جس کی نگاہوں سے اوجھل ہو:

﴿وَلَا یَزَالُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ حَتّٰی یَرُدُّوۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِکُمۡ اِنِ اسۡتَطَاعُوۡا﴾ (البقرہ ۲:۲۱۷)

’’یہ لوگ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں اگر ان کا بس چلے‘‘۔

کھلی آنکھوں سے یہود و نصاریٰ کے لگائے ہوئے زخم دیکھنے کے باوجود بقائے باہمی کے خواب وہ دیکھے، جس کے مقدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت لکھی گئی ہو:

((بُعِثۡتُ بَیۡنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ بِالسَّیۡفِ حَتّٰی یُعۡبَدَ اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَ جُعِلَ رِزۡقِیۡ تَحۡتَ ظِلِّ رُمۡحِیۡ وَ جُعِلَ الذُّلُّ وَالصَّغَارُ عَلٰی مَنۡ خَالَفَ اَمۡرِیۡ وَمَنۡ تَشَبَّہَ بِقَوۡمٍ فَھُوَ مِنۡھُمۡ)) (احمد: مسند المکثرین)

’’مجھے قیامت تک کے لیے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کی جانے لگے۔ اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے اور جس نے بھی میرے امر کی مخالفت کی، اس کے لئے ذلت اور پستی رکھ دی گئی ہے۔ اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں (شمار) ہوگا‘‘۔

قیامت تلک یہ سفر نہ رکے گا

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُفَيْلٍ الْكِنْدِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَذَالَ النَّاسُ الْخَيْلَ وَ وَضَعُوا السِّلَاحَ وَ قَالُوْا لَا جِهَادَ قَدْ وَضَعَتِ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ وَ قَالَ: " كَذَبُوا الْآنَ اَلْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ وَلَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ وَ يُزِيْغُ اللّٰهُ لَهُمْ قُلُوْبَ اَقْوَامٍ وَ يَرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَحَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ....))

(سنن النسائي كتاب الخيل والسبق والرّمي)

سلمہ بن نُفیل الکِندیؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بیٹھا تھا ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہؐ (بعض) لوگوں نے گھوڑوں کو معمولی چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے، اسلحہ رکھ دیا ہے اور کہتے ہیں کہ اب جہاد نہیں رہا، جنگ ختم ہو چکی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''غلط کہتے ہیں وہ لوگ! اب ہی تو قتال کا وقت آیا ہے اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ ہی حق پر قائم، اللہ کے راستے میں قتال کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے ٹیڑھ ڈال دے گا (تا کہ وہ اِن سے لڑیں) اور اللہ اُن (دشمنوں) سے ان کو رزق (غنیمت) فراہم کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے اور یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو جائے، اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک بھلائی رکھ دی گئی ہے''۔

قربِ قیامت کی علامات جتنی تیزی سے ظاہر ہو رہی ہیں، اور کافر قومیں جس یکسوئی کے ساتھ مسلم امت پر ٹوٹ پڑی ہیں اور اس کے مقابلے میں دنیا بھر میں جہاد کا جو دور شروع ہے اسے دیکھ

کر لگتا یوں ہے کہ یہ سلسلہ اب رکنے کا نہیں۔ اور عجب کیا کہ حالات و واقعات کی یہ کڑیاں اُن ملاحم (اسلام و کفر کے بڑے معرکوں) سے جا کر مل جائیں جن کے آخر میں مہدی کا ظہور ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی پیشین گوئیاں اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ، ظَاهِرِیْنَ عَلٰی مَنْ نَأَوَاهُمْ حَتّٰی یُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالِ))

''میری امّت کا ایک گروہ برابر حق پر قتال کرتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری شخص مسیح دجّال سے لڑے گا''۔

(ابو داود، کتاب الجهاد، في دوام الجهاد)

صحیح مسلم کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ، قَالَ: فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُهُمْ تَعَالِ صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ لَآ اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَآءُ تَکْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاُمَّةَ))

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قتال کرتا رہے گا، قیامت کے دن تک وہ غالب رہے گا۔ پھر عیسیٰ ابن مریمؑ اتریں گے تو ان کے امیر کہیں گے آیئے ہمیں نماز پڑھایئے، آپؑ فرمائیں گے نہیں، تم میں سے بعض بعضوں پر حاکم ہیں۔ یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ اس امت کو عنایت فرمائیں گے''۔

(مسلم، کتاب الایمان)

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ امیر امام مہدی ہوں گے، جن کی قیادت میں یہود و نصاریٰ کے خلاف جہاد جاری ہوگا تو عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا کر اس جنگ کو اپنے انجام تک پہنچائیں گے، صلیب توڑ دی جائے گی، خنزیر ہلاک کر دیا جائے گا، جزیہ موقوف ہو جائے گا، یہودی چن چن کر مارے جائیں گے اور نصاریٰ سے سوائے اسلام کے ــــــ کوئی اور چیز قبول نہیں کی جائے گی (جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے)، عیسیٰ علیہ السلام دجّال کو قتل کر دیں گے اور

یوں دجّال کے اس فتنے سے امتِ مسلمہ کو پناہ مل جائے گی ،جس سے بڑا کوئی فتنہ اُس وقت تک دنیا میں نہ آیا ہوگا، وسائلِ قدرت پر جس کی گرفت اور فتنہ پروری دیکھ کر ایک شخص صبح کو مومن اور شام کو کافر اور شام کو مومن اور صبح کافر ہو چکا ہوگا، اس کی جنت کو لے لینے والے جہنّم میں جا گریں گے اور اس کی آگ میں کودنے والے جنت میں چلے جائیں گے۔اس کا دجل (تلبیس اور دھوکہ) اتنا شدید ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں فرماتے ہیں:

((اِنَّ الدَّجَّالَ یَخْرُجُ وَ اِنَّ مَعَهٗ مَآءً وَّ نَارًا فَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ اَدْرَکَ ذٰلِکَ مِنْکُمْ فَلْیَقَعْ فِی الَّذِیْ یَرَاهُ نَارًا فَاِنَّهٗ مَاءٌ عَذْبٌ طَیِّبٌ))

(مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة)

’’بے شک دجّال جب نکلے گا تو اس کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ ہوگی۔تو جس کو لوگ پانی دیکھیں گے، وہ آگ ہوگی جلانے والی اور جس کو لوگ آگ دیکھیں گے وہ ٹھنڈا اور شیریں پانی ہوگا، پھر جو کوئی تم میں سے وہ موقع پائے اس کو چاہیے کہ جو آگ معلوم ہو اس میں گر پڑے، اس لئے کہ وہ شیریں پاکیزہ پانی ہے‘‘۔

اس قطعی حقیقت کے باوجود کہ دجّال باقاعدہ ایک شخصیت کی صورت میں دنیا کے منظر پر آئے گا، اس کی آمد سے پہلے اس کے فتنے کے مظاہر اور اس کے لئے سازگار حالات کی فراہمی کی طرف فقہاء نے اشارے کئے ہیں۔دجّال جعلساز اور ملمع ساز کو کہتے ہیں، اس کو دجّال اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے فریب میں مبتلا کر دے گا۔حق پر باطل کی تلبیس، اور مادہ پرستانہ فکر ونظر کا فروغ، وسائلِ قدرت پر بے انتہا غلبہ جو اس دجّالی تہذیب کا خاصہ ہے، اس کی حشر سامانیاں تو ہر مومن و مسلم کے سامنے ہیں۔دجّال کی آمد، امام مہدی کے ظہور اور عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت کا صحیح علم صرف اللہ کی ذات کو ہے۔ ہمارے ذمّے جو چیز آج واجب ہے، وہ شریعت کا اتباع ہے جس کی بنیاد پر ہم کل اس نجات پانے والے لشکر کے ساتھی بن سکتے ہیں۔وما التوفیق الا باللّٰه.

ڈھونڈو گے تو مل جائے گا کشتی کو کنارا

شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد قیامت تک کے لئے فرض ہے۔لیکن اس کے باوجود کبھی ہمارے ذہنوں میں یہ خیال بھی آ جاتا ہے کہ شاید ہمارا ایمان اتنا پختہ نہیں کہ جہاد کر سکیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود جہاد میں اترنے سے ایمان بنتا ہے اور بڑھتا ہے۔غزوۂ خندق میں شریک صحابہؓ مجاہدین کے بارے میں قرآن مجید کی یہ گواہی موجود ہے کہ:

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب ۳۳:۲۲)

''اور جب مومنوں نے (کفار کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی (کچھ) ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہوگئی''۔

اسی طرح غزوۂ اُحد میں استقامت دکھانے والے مجاہدین کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ (آل عمران ۳:۱۷۳)

''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے ڈرو تو اس بات نے انھیں ایمان میں اور بڑھادیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے، اور وہ بہت اچھا کارساز ہے''۔

پتہ چلا کہ جہاد میں ایمان بنتا ہے اور اس کے برعکس ترکِ جہاد سے ایمان گھٹ جاتا ہے اور نفاق بڑھتا ہے اور سوءِ خاتمہ کا شدید خطرہ رہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ، مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ)) (رواہ مسلم، کتاب الامارۃ)

''جو شخص اس حالت میں مرا کہ اُس نے نہ جنگ کی اور نہ جنگ کا ارادہ دل میں رکھا، وہ نفاق کی ایک حالت میں مرا''۔

اسی طرح کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہم دراصل اپنے عہد کے مکی دور سے گذر رہے ہیں۔سوال یہ ہے کہ مکہ میں تو سود اور شراب بھی حرام نہیں تھے، روزے بھی ابھی فرض نہیں ہوئے تھے تو پھر ان تمام احکامات کا کیا بنے گا؟ بلکہ پھر تو بقرہ وآلِ عمران اور دیگر تمام مدنی سورتوں کے احکامات پر عمل کا سوال بھی اٹھایا جا سکے گا؟ جب کہ قیامت تک کے لئے کامل دین کی اطاعت ہم پر واجب ہے:

﴿يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً... ﴾ (البقرۃ۲:۲۰۸)''اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔''اسی طرح ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدہ۵:۳)''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر میں رضا مند ہو گیا''۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کو راضی تبھی کیا جا سکتا ہے کہ پورے دین پر عمل کیا جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ جہاد کے لیے خلافت کا وجود ضروری ہے تو سوال یہ ہے کہ اگر کفار نے جنگ و جدل ہی کے ذریعے مسلمانوں سے خلافت چھینی ہو تو پھر ان کی جارحیت کا تدارک کیسے ہوگا؟ ترتیب کیا ہوگی؟ کیا امام شاملؒ، صلاح الدین ایوبیؒ،عزّ بن عبدالسلامؒ اور امام ابنِ تیمیہؒ وغیرہم کے ''بغیر خلافت کے جہاد'' کو کالعدم قرار دیا جائے گا؟

کچھ کہتے ہیں کہ حاکمِ وقت کی اجازت شرط ہے تو اگر امت کے حکام یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست بنائے بیٹھے ہوں تو پھر اجازت کس سے لی جائے گی؟

کچھ کہتے ہیں کہ آج جہاد فرضِ کفایہ ہے، پھر ہر ایک سے شرکت کا مطالبہ کیوں؟ اصل تو یہی ہے کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے، لیکن کیا موجودہ حالات میں یہ کفایت پوری ہو رہی ہے؟ کیا ایک صدی سے مقبوضہ فلسطین میں مسلمانوں کے وسائل اور مجاہدین کی تعداد یہود کو نکال باہر کرنے کے لئے کافی ثابت ہوئی ہے؟ عراق، افغانستان اور شیشان میں صلیبیوں کے خلاف، کشمیر میں ہند کے خلاف مجاہدین کی تعداد اور استعداد کفایت کرتی تو آج ان مظلوم خطوں کے علماء، پورے عالم کے

مسلمانوں سے نصرت اور جہاد کے فرضِ عین ہونے کا فتویٰ نہ دیتے! اور اگر کسی کے خیال میں آج یہ فرضِ کفایہ ہے تو بھی ـــــ ہے تو یہ ایک عظیم عبادت۔ اور عبادت کو تو ادا کرنے کے ''بہانے'' ڈھونڈنے چاہئیں، نہ کہ اس سے دور رہنے اور دور کرنے کے۔ ہم اس عظیم اجر و ثواب سے کیسے بے نیاز ہو سکتے ہیں جب کہ اللہ کے رسول تو اس اجر و ثواب سے کبھی بے نیازی نہیں برتتے تھے:

((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ! لَوْ لَا اَنْ یَّشُقَّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِیَّةٍ تَغْزُوفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَبَدًا...))

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اگر مجھے مسلمانوں کے مشقّت میں پڑ جانے کا ڈر نہ ہوتا، تو میں اللہ کی راہ میں لڑنے والے کسی لشکر سے کبھی پیچھے نہ رہتا''۔ (مسلم، کتاب الامارۃ)

کچھ کہتے ہیں کہ کفار سے مقابلہ بغیر کسی بڑی ـــــ بلکہ ان کے برابر کی تیاری کے، عبث ہے۔ حالانکہ تیاری صرف بساط کی حد تک واجب ہے: ﴿وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ...﴾ (الانفال ۸:۶۰) ''اور تم ان کافروں کے لیے اپنی استطاعت بھر طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے مہیا کیے رکھو...''

درحقیقت آج دنیا بھر میں جو جہاد ہو رہا ہے اس کی نوعیت اصلاً دفاعی ہے، صلیبی، صیہونی و مشرک قومیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ اور جہاد الدفع (دفاعی جہاد) میں ایسی بیشتر شرائط ساقط ہو جاتی ہیں جو جہاد الطلب (اقدامی جہاد) میں شریعت ہم پر عائد کرتی ہے۔

ان سارے اعتراضات کا مفصل اور مُسکِت جواب علمائے ربانیّین اور فقہائے امّت نے بخوبی دیا ہے۔ مثلاً امام ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاشیے کی تیسری جلد (ص: ۲۳۸) میں لکھتے ہیں:

''اگر دشمن کسی بھی اسلامی ملک کی سرحد پہ حملہ آور ہو جائے تو جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ اس کے قرب و جوار میں بسنے والوں پر بھی جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ البتہ جو لوگ ان سے پیچھے، دشمن سے فاصلے پر بستے ہوں، تو جب تک ان کی ضرورت نہ پڑے ان پر جہاد فرضِ کفایہ ہی رہتا ہے۔ لیکن اگر کسی بھی وجہ سے ان کی ضرورت پڑ جائے، مثلاً: جس علاقے پر

حملہ ہوا ہے اس کے قرب و جوار میں رہنے والے لوگ دشمن کے خلاف مزاحمت کرنے میں بے بس ہو جائیں، یا بے بس تو نہ ہوں لیکن اپنی سستی کی وجہ سے جہاد نہ کریں، تو ایسی حالت میں ان کے اردگرد بسنے والوں پر بھی جہاد، نماز اور روزے کی طرح فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ اسے ترک کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ پھر فرضیت کا یہ دائرہ اس کے بعد اور پھر اس کے بعد والوں تک حسبِ ضرورت پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ بتدریج مشرق و مغرب میں بسنے والے ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔''

عبداللہ عزام شہیدؒ دیگر فقہائے اسلام کے فتاویٰ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر دشمن مسلمانوں کی گز بھر زمین پر بھی چڑھائی کر دیں تو اس علاقے میں بسنے والوں اور ان کے قریب رہنے والوں پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ دشمن کے مقابلے کیلئے کافی نہ ہوں یا کوتاہی کریں یا سستی دکھائیں، تو جہاد کی فرضیتِ عین کا دائرہ ان کے پڑوس میں بسنے والوں تک بھی پھیل جاتا ہے۔ پھر فرضیت کا یہ دائرہ بتدریج پھیلتا جاتا ہے، یہاں تک کہ (ضرورت پڑنے پر) شرقاً غرباً پوری زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اور ایسی صورت میں (یعنی جب جہاد فرضِ عین ہو جائے) بیوی شوہر کی، اولاد والدین کی اور مقروض قرض خواہ کی اجازت کا پابند نہیں رہتا۔ چنانچہ:

۱۔ جب تک کوئی بھی ایسا ٹکڑاءِ زمین جو کبھی اسلامی رہا ہو، کفار کے قبضے میں رہے، تو (دشمن سے اسے واپس لینے تک) سب مسلمانوں کی گردنوں میں اس کا گناہ باقی رہتا ہے۔

۲۔ جو شخص جتنی زیادہ استطاعت، امکانیات اور طاقت کا حامل ہوگا، اس کے کندھوں پر اس گناہ کا بوجھ بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا، لہٰذا معاشرے میں نمایاں حیثیت کے حامل علماء، قائدین اور داعیوں پر گناہ کا یہ بوجھ عام لوگوں سے کہیں زیادہ ہوگا۔'' (دفاع عن اراضي المسلمین، ص ۱۰)

یہ فتویٰ شیخ عزامؒ کا ہے جنھوں نے افغانستان کے مورچوں میں بیٹھ کر اسے تحریر کیا۔ حقیقت کی جستجو کرنے والوں کے لئے ___ ہماری امت کے بزرگوں نے صدیوں پہلے جو اپنی دوٹوک

رائے دی ــــ وہ بہت کافی ہے:

قَالَ الْاِمَامَانِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَکِ وَاَحْمَدُ بْنِ حَنْبَلٍ وَغَیْرُهُمَا: "اِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْ شَیْءٍ فَانْظُرُوْا مَاذَا عَلَیْهِ اَهْلُ الثَّغْرِفَاِنَّ الْحَقَّ مَعَهُمْ؛ لِاَنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت۲۹:۶۹)

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہؒ: ۲۸/۴۴۲)

"امام احمد بن حنبلؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ جب لوگوں کے درمیان کسی بات میں اختلافِ رائے پیدا ہو جائے تو دیکھو کہ محاذوں والے کس طرف ہیں کیونکہ بے شک حق ان کے ساتھ ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:" اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہم ضرور بالضرور ان کو اپنے راستوں کی ہدایت دیں گے۔"

یہی اہلِ محبت آج بھی درد آشنا ٹھہرے!

یہ طبقاتِ مجاہدین آج دنیا کے ہر خطے میں قریباً ایک سی کیفیت سے دوچار ہیں۔ان کا تعلق خواہ کسی رنگ، نسل، زبان سے ہو یہ آج مقہور ہیں اور اسلام کے محافظ ہونے کی وجہ سے دنیائے کفر کا سب سے بڑا ہدف بھی یہی ہیں۔

یہ اس دور کے وہ اجنبی مسافر ہیں جنھوں نے عرب وعجم کی بستیوں سے کوچ کیا۔صحراؤں، بیابانوں اور جنگلوں کو اپنا مسکن بنایا۔ جہاد کو کسی جغرافیائی ضرورت یا قومی مقصد کے بجائے ایک عبادت اور عقیدے کے طور پر پہچانا۔اس کی فرضیت پر دل سے ایمان لائے اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کی۔اسلاف کی طرح اسے اپنی زندگی کا طریق بنایا۔مغرب کی کفری تہذیب کو، بغیر اس سے کوئی دلیل مانگے مسترد کیا اور اس کے سرنامے پر لکھے ہوئے تین حروف "ک ف ر" کو کافی دلیل جانا۔کوہ ہندوکش کو سرخ ریچھ کے پنجوں سے نکالنے کے لئے اور اسلامی شریعت کو اس زمین پر نافذ کرنے کے لئے انھی سرفروشوں نے اپنا خون دیا۔کوہ قاف کے شہزادے اسی قافلے کے ہم رکاب ہوکر ابدی جنتوں کے سفر پر روانہ ہوئے۔کوہِ ہمالیہ کے پڑوسی اہلِ حمیت نے جہاد کے ان

کرداروں سے درسِ شجاعت لیا۔ کوہِ احد کے پہلو میں سوئے ہوئے شہیدوں کے وارثوں نے:
((لَاُخْرِجَنَّ الْیَھُوْدَ والنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ حَتّٰی لَا اَدَعَ اِلَّا مُسْلِمًا)) (مسلم، کتاب الجھاد والسیر) ''میں ضرور بالضرور جزیرۂ عرب سے یہود ونصاریٰ کو نکال کر دم لوں گا یہاں تک کہ مسلمانوں کے سوا یہاں کسی اور کو نہ چھوڑوں گا'' ____ کے فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی گردنیں پیش کر دیں۔ پھر اسی میدان کے شہسواروں نے مسجدِ اقصیٰ کے گرد سرد پڑی جہاد کی بھٹی کو اپنے لہو کے شعلوں سے گرم کیا۔ اور آج یہی غرباء اپنی عظمت رفتہ کی یادگار دارالخلافہ بغداد کے کارزار کو گرم رکھے ہوئے ہیں۔ یہ اس دور کے ''اَلنُّزَّاعُ مِنَ الْقَبَائِل'' ہیں، اس قافلہء بہار کے راہی ہیں جس میں مالک نے پوری امت کا عطر کشید کر جمع کر دیا ہے۔ اسلام کے ہر مورچے میں یہ ڈٹے ہوئے ہیں۔ ان کے لہو کی سرخیاں درمیان میں حائل نہ ہوتیں تو امن کی کتنی بستیوں تک فرعونیوں کے لشکر پہنچ چکے ہوتے۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی یہ اپنوں میں غیر ہیں، انجان ہیں۔ کیا آرام کی نیند سونے والے جانتے نہیں کہ یہی ہیں جنھوں نے اعدائے ملت کو شرق وغرب کے محاذوں پر روکا ہوا ہے؟ ملت کے ہر خاص وعام کو یہ ماننا ہوگا کہ فلپائن سے فلسطین تک، شیشان سے کشمیر تک اور افغانستان سے عراق تک کے مورچوں میں بیٹھ کر دشمن کو پچھاڑنے والے یہ مجاہدین ان کے عظیم محسن ہیں۔

بے شک یہ کہنا غلو ہوگا کہ اسلام کے خدمت گزار صرف یہی ہیں ____ لیکن یہ بھی تو سچ ہے کہ اگر یہ نہ رہے تو اسلام کے بہت سے خدمت گزاروں تک کفار کے ہاتھ بآسانی پہنچ جائیں گے۔ یقیناً اسلام کی حفاظت کی جنگ آج علم وعمل کے بہت سے مورچوں میں لڑی جا رہی ہے ____ لیکن اس میں بھی تو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ اگر یہ جانثار اپنے مورچوں سے ہٹ گئے تو باقی سارے مورچوں کا نقشہ بھی بدل جائے گا۔ ان میں سے کتنے وہ ہیں جنہوں نے اپنے جسموں کو ہواؤں میں تحلیل کر دیا اور سر کی آنکھوں سے اپنے عمل کے نتائج تک نہ دیکھ سکے، صرف اس لیے کہ دکھوں کی ماری امت کو ٹھنڈک بھری ایک شام میسّر آ سکے۔ کیا اُمتوں کی زندگی میں کبھی ایسا

وقت نہیں آتا جب اپنی جان، مال، آبرو کا دفاع ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے؟ ان سرفروشوں نے اپنے عمل سے وقت کے اسی تقاضے پر لبیک کہا ہے، لہٰذا ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ ہم اسلام کے غلبے اور دفاع کی خاطر اٹھنے والے ان غیر مانوس لوگوں کی مدد کریں۔ تاریخ کبھی مسلمانوں کو معاف نہیں کرے گی، اگر انھوں نے ان مجاہدین کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ ان کی مدد مستضعفین کی مدد ہے، دین و دنیا کو تہس نہس کر دینے والے دشمن (عدوّ الصائل) کے خلاف خود اپنا دفاع ہے اور اگر دفاع کی یہ ''دیوار'' مسلمانوں کے راستے سے ہٹ گئی اور ہم اس کے گرنے کا تماشہ دیکھتے رہے تو پھر ایک سیلاب ہوگا اور ہر ایک بلدِ اسلام اس کے سامنے تنکوں کی طرح بہہ جائے گا۔ شیش محلوں کے باسیوں، جاگیر داروں، کارخانہ داروں، تاجروں، بچوں، جوانوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں ــــ کسی سے بھی وہ سیلاب دور نہیں رہے گا۔ تاریخ کا سبق یہی ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعیدیں ایسی ہی ہیں:

((مَا مِنِ امْرِیءٍ يَخْذُلُ امْرَءً ا مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ يُنْتَهَکُ فِيْهِ حُرْمَتُهٗ وَ يُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ فِیْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهٗ وَمَا مِنِ امْرِ یءٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ وَ يُنْتَهَکُ فِيْهِ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ فِیْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَه))

(ابو داود، کتاب الأدب)

''جو شخص بھی کسی مسلمان کو کسی ایسے موقع پر بے یار و مددگار چھوڑ دے جہاں اس کی حرمت پامال اور عزت مجروح کی جا رہی ہو تو اللہ بھی اس کو کسی ایسی ہی جگہ پر بے یار و مددگار چھوڑ دے گا جہاں یہ چاہے گا کہ اس کی مدد کی جائے، اور جو شخص بھی کسی مسلمان کی کسی ایسے موقع پر نصرت کرے گا جہاں اس کی عزت مجروح اور حرمت پامال کی جا رہی ہو، تو اللہ کسی ایسی ہی جگہ پر اس کی نصرت فرمائے گا جہاں یہ چاہے گا کہ اس کی مدد کی جائے''۔

اس دین نے غالب اور فتح یاب تو ہونا ہے، اور اس بارے میں قرآن وسنت میں ہم سے سچے وعدے کئے گئے ہیں۔تاہم یہ بات کہ یہ فتح ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ پائیں گے یا نہیں تو یہ تو وہ چیز ہے جو اللہ عزوجل کی جانب سے، سیّدِ اولادِ آدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بار بار بتادی گئی تھی کہ ضروری نہیں کہ وہ یقینی فتح اور غلبہ جس کا اللہ نے آپ ؐ سے وعدہ فرمایا، اسے آپ ؐ اپنی زندگی میں بھی دیکھ سکیں بلکہ یہ ہماری مرضی ہے کہ ہم یہ سچا وعدہ دکھانے سے پہلے آپ ؐ کو دنیا سے لے جائیں یا اس کے بعد:

﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ﴾ (المؤمن ۴۰:۷۷)

’’پس آپ صبر کیجئے، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔اب خواہ جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں، اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) آپ کو دکھلا دیں یا اس کے نزول سے پہلے ہی آپ کو وفات دے دیں، پلٹ کر آنا تو انھیں ہمارے ہی طرف ہے‘‘۔

پس اصل فتح اللہ کے دین کی فتح ہے، جس کے وعدے اہلِ ایمان سے بہت واضح طور پر کئے گئے ہیں، تاہم فرد کے لئے دونوں صورتوں میں کامیابی ہے، فتح میں بھی اور شہادت میں بھی! یہی بات اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو سکھائی تھی:

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (التوبة ۹:۵۲)

’’ان سے کہو کہ تم ہمارے معاملے میں جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے‘‘۔

بظاہر شہادت دشمن سے جسمانی مغلوبیت اور ابتلاء کی ایک صورت ہے، لیکن مالک اس کو ’’بھلائی‘‘ قرار دے تو بندے کو کیوں یہ بھلائی پسند نہ ہو؟ اور اگر بندہ بھی وہ ہو جس کے پاس سب سے بڑھ کر خالق کی معرفت ہو، جو کل جہاں سے زیادہ دنیا کی حقیقت اور آخرت کے اجر سے

واقف ہو، جس سے بڑھ کر جنت کا کوئی حریص زمین پر نہ گزرا ہو، پھر تو یہ اسی کے لائق ہے کہ وہ اپنے ربّ سے ایک نہیں بار بار کا کٹنا مانگے، بار بار کا اٹھنا مانگے:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُّ اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ))

(بخاري، كتاب الجهاد والسير)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں''۔

پس معلوم ہوا کہ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے اور اگر یہ کامیابی (جنت ومغفرت) مقصودِ اصلی نہ ہوتی تو دنیا کی کامیاب ترین ہستی کبھی اپنے لئے یہ تمنا نہ کرتی۔

لٰہذا شہادت کو چند دیوانوں کی جذباتی خواہش سمجھنے والوں کو بھی یہ جان لینا چاہیے کہ یہ ایک مطلوب چیز ہے، ایسی مصیبت نہیں جس کے ڈر سے عزیمت کے راستوں کو چھوڑ دیا جائے، اور دوسروں کو بھی بزدل بنا دیا جائے۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو آزمائش آج امت پر آن پڑی ہے اس سے کہیں زیادہ کٹھن دور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ پر بھی آ چکا ہے، اگر وہ سب برگزیدہ ہستیاں بھی نعوذ باللہ دشمن سے خوفزدہ ہو رہتیں، مقابلہ نہ کرتیں تو کیا آج ہم تک اسلام پہنچ پاتا؟

پس اللہ کی شکرگزاری کا طریقہ یہی ہے کہ ہم آج انؓ کی اس سنت کو تازہ کریں، ورنہ یہ نعمت چھن بھی سکتی ہے، ایسے ہی ____ جیسے اندلس وترکستان کے لاکھوں لوگوں کو جبراً عیسائی بنا دیا گیا۔

عافیت کدوں میں رہنے والوں کو جاننا ہوگا کہ امّتِ مسلمہ حالتِ جنگ میں ہے اور ہمارے پاس صبر، توکل، ذکرِ الٰہی، استقامت، اخوت اور یکسوئی کے ساتھ کفار کی اس یلغار کا مقابلہ کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ ورنہ دنیا وآخرت کے پے در پے عذابوں کا سامنا کرنے کے لئے ہمیں

تیار رہنا چاہیے:

﴿اِلَّا تَـنْـفِـرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْـدِلْ قَـوْمًا غَیْـرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (التوبۃ۹:۳۹)

''اگرتم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو دردناک عذاب دے گا۔اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کردے گا اور تم اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

خلیفہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا تَـرَکَ قَـوْمٌ الْـجِهَـادَ اِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰہُ بِالْعَذَابِ)) (رواه الطبراني باسناد حسن)

''کبھی کسی قوم نے جہاد نہیں چھوڑا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے (بطور سزا) اُن پر عام عذاب مسلّط کردیا''۔

بے شک اللہ کے وعدے سچے ہیں۔ یہ دور صرف آزمائش کا ہے۔اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت، خیر وشر کو پیدا ہی ابتلاء وآزمائش کے لئے ہے۔ یہ وقت گزر تو جائے گا____ لیکن ہماری قسمتوں کا فیصلہ سنا جائے گا کہ ہم عذاب یا ثواب میں سے کس چیز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں؟:

﴿ وَلَـوْیَشَاءُ اللّٰہُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰکِنْ لِّیَبْـلُـوَا بَـعْـضَکُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِـیْ سَبِیْـلِ الـلّٰـهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ٥ سَیَهْــدِیْهِــمْ وَ یُـصْـلِـحُ بَـالَهُـمْ ٥ وَ یُدْخِلُهُمُ الْجَنَّۃَ عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾ (محمد ۴۷:۴-۶)

''اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن (وہ چاہتا ہے کہ) تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے کے ذریعے سے لے لے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کردیے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا، انھیں راہ دکھائے گا، اور ان کی حالت درست کردے گا۔ اور انھیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انھیں شناسا کررکھا ہے''۔

موجودہ حالات میں ہم میں سے ہر کوئی اللہ سے نصرت کا طالب ہے لیکن اللہ کی نصرت کے حصول کی پہلی شرط یہی ہے کہ ہم اللہ کی نصرت کے لئے آگے بڑھیں، پہل کریں۔ تبھی اللہ کی مدد آئے گی، تبھی قدموں کو بھی ثبات ملے گا۔

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ﴾ (محمد ۷:۴۷)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا''۔

قدموں کا ثبات ــــــ جو دنیا اور آخرت میں فلاح کی ضمانت ہے!

امام مالکؒ نے بہت خوب فرمایا تھا کہ: ''لَا یَصْلُحُ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ بِہٖ اَوَّلُھَا'' ''اس امت کا آخری حصہ بھی اسی چیز سے اصلاح پا سکتا ہے جس چیز سے اس کے اول حصے نے اصلاح پائی''۔

آج امت کے پاس اصلاح کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ طاغوت کے انکار اور توحید کے اقرار کے تقاضوں کو پورا کرے، فکر و عمل میں کفار کی مشابہت سے بچے اور وقت کی جاہلی تہذیب کی اقدار اور اس کے مظاہر سے اپنی جان چھڑائے، ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعتِ مطہرہ سے چمٹ جائے، دنیا کی امامت و سیادت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے منہج کو اپنا اسوہ بنائے، کامیابی اور فلاح کے دجّالی تصورات کو ردّ کرے اور جن و انس کو جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، اسی کو اپنا مقصودِ زندگی بنائے:
﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات ۵۶:۵۱) ''اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں''۔

جس اللہ نے شہادتَین، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسی عظیم عبادات کو اپنے دین کی بنیادیں قرار دیا ہے، اسی ربّ نے دین کے غلبے اور حفاظت کے لئے جہاد بھی ہم پر فرض قرار دیا ہے۔

پس آج جس چیز پر سب سے بڑھ کر ــــــ قلم والوں کو لکھنے کی، زبان دانوں کو بولنے کی، جان

والوں کو کھپنے کی اور مال والوں کو خرچنے کی ضرورت ہے وہ وہی فریضہ ہے جس کو سب سے بڑھ کر بھلا دیا گیا ہے۔ یہ بھلایا گیا فریضہ، **فریضة الغائبة** جہاد ہے۔

جہاد میں ایمان ہے، زندگی ہے، نجات ہے۔ اس کے ترک میں نفاق ہے، موت ہے، عذاب ہے۔ چنانچہ اللہ کے راستے میں جان و مال خرچ کرنے کی ضرورت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک ہمیں ایمان مقصود ہے، زندگی درکار ہے اور نجات پیاری ہے۔ مطلوب شخصی و گروہی بالا دستی نہیں بلکہ اللہ کے دین کی نصرت ہے۔

اسلام کے مورچوں میں بیٹھا ہوا ہر ایک مجاہد ــــــ آج جنت کے ہر متلاشی، عالمِ اسلام کے ہر مرد، عورت، جوان، بزرگ، عالم، طالبِ علم، تاجر، صنعت کار، صحافی، استاد، ڈاکٹر اور انجینئر سے خاموشی کی زبان سے یہ سوال کر رہا ہے کہ ہمارے قدم تو اس راستے میں بحمد للہ ثابت ہیں لیکن کیا ہوا اُس کا ــــــ وہ جو ایمان کے ایک لازوال رشتے کی بنیاد پر ــــــ ''تمہارا مجھ سے وعدہ تھا؟!''

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّ وَنَعِیْمًا لَا یَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی جَنَّةِ الْخُلْدِ.

احسن عزیز

۲۵ شوال، ۱۴۲۵ھ

ذُوالجلالِ والاکرام!

اُسی کے نام ہے سب کچھ

اُسی کے نام

جس کے غیر سے منسوب

ہر لمحہ

ہر اک ذرّہ

بھلے کتنا مؤثر ہو

(مری سمجھی شریعت میں)

عبث ہے، رائیگاں ہے، بے حقیقت ہے!

مگر بالعکس ہو صورت

تو خاک و آب کی دنیا کا یہ انساں ــــــــ

اور اس انسان سے منسوب

ہر تحریر، ہر تقریر، ہر نکتہ

ہر اک محفل، ہر اک شورش، ہر اک سکتہ

بہت ہی قیمتی ہو

کتنا نیک انجام ہو جائے

گر اُس کے نام ہو جائے!

'مگر اپنے تئیں تو کچھ نہیں ہے' ______
اُٹھی سوچوں کے ساحل پہ
میں اِستغفار کے چپُّو لیے
شعروں کے پرزے جوڑنے بیٹھا
تو دیکھا ______
واقعتاً کچھ نہیں تھا جز 'ندامت' کے!
سلامت بس یہی اک بادباں تھا
میری اس کاغذ کی کشتی میں
وگرنہ ظاہراً تو واں ______
قلم، جنبش، نگارش جو بھی کچھ تھا ______ نام اُس کے تھا!
یہ آہیں، اشک، بارش جو بھی کچھ تھا ______ نام اُس کے تھا!

امام المجاہدین صلی اللہ علیہ وسلم

شہادت رُتبۂ اَولیٰ محبت کے قرینوں میں
یہ بھڑکی آگ اب اس ساری بستی کے مکینوں میں

''سراپا حُسن بن جاتا ہے جس کے حُسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں''*

امیرِ شہر تیرے شیش محلوں سے ہمیں اچھا
وہ اک چھپّر کا حجرہ ہے، درخشاں سب نگینوں میں

وفا جس سے نبھاؤ گے، اُسی کے ساتھ جاؤ گے
ہیں یہ خوش خبریاں محبوبِ جاںؐ کے ہم نشینوں میں

وہ سوزِ دل، وہ چشمِ تر، تڑپ دعوت کی ہر اک تک
گراں تحفے یہ اُمّت کو دیے سارے خزینوں میں

یہاں دندانِ اقدس واں مبارک خون کے قطرے
کہ ہیں جنت کے سنگِ میل اُحد کے ان دفینوں میں

* یہ شعر اقبالؒ کا ہے۔

کہو طائف، بدر، خندق کے رستے چھوڑ بیٹھے ہو؟
تو جنت ڈھونڈتے پھرتے ہو بولو کن زمینوں میں؟

اُنھوںؐ نے کوثر و تسنیم کے وعدے کیے جو ہیں
بھلا کیسے لگا لوں دِل ترے ان آبگینوں میں

سُلگتی ہے دعاؤں سے، ہواؤں سے نہیں بجھتی
محبت کی جو چنگاری جلی شہداء کے سینوں میں

اُحد میں حمزہؓ و مُصعبؓ کی، عبداللہؓ کی شاں دیکھو
ہیں ہیرے لعل ایسے لوگ مٹی کے دفینوں میں

عجب چاہت سے اُنؐ کے دِیں کے عاشق لائے جاتے ہیں
کہ خوشیوں کے ترانے ہیں بہشتی مہ جبینوں میں

جِلا دے توبہ و انفال سے راتوں میں موجوں کو
دعائے سحر سے پھر بجلیاں بھر دے سفینوں میں

مرے ایمان کے ساتھی! یہ جاں یوں مت گنوا دینا
کہ تلواروں کے سائے ہیں تری منزل کے زینوں میں

دلوں کو اے مرے اللہ! جو ذوقِ طلب بخشا
تو اب سجدے ترے ہی نام کے ہیں اِن جبینوں میں

اپنے نبیؐ کے کوچے میں

((قَالَ اَنَسٌ: مَا شَمَمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ وَلَا مِسْكًا وَلَا شَيْئًا اَطْيَبُ مِنْ رِيْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،وَلَا مَسِسْتُ شَيْئًا قَطُّ دِيْبَاجًا وَلَا حَرِيْرًا اَلْيَنَ مَسًّا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ))(مسلم، كتاب الفضائل) حضرت انسؓ فرماتے ہیں ''میں نے نہ کبھی مِسک، نہ عنبر نہ اور کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہو، اور نہ میں نے کبھی کوئی چیز ــــــ نہ دیباج، نہ حریر ــــــ ایسی چھوئی کہ جیسی نرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جسم میں تھی''۔

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!
اک خواب سے گویا اُٹھا تھا
کچھ ایسی سکینت طاری تھی
حیرت سے اِن آنکھوں کو اپنی
ملتا ہی گیا، ملتا ہی گیا!

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

جب مسجدِ نبویؐ کو دیکھا
میں روضۂ جنت میں پہنچا

جس جا وہ مبارکؐ ــــــ چہرے کو

اشکوں سے اپنے دھوتا تھا

جب دنیا والے سوتے تھے

وہ اُن کے لئے پھر روتا تھا

اک میں تھا کہ سب کچھ بھول رہا

اک وہؐ تھا کہ اُمّت کی خاطر

کتنے صدمے اور کتنے الم

جھلتا ہی گیا، جھلتا ہی گیا!

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں

چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

طائف کی وادی میں اُترا

طالب کی گھاٹی سے گزرا

اک شام نکل پھر طیبہ سے

میدانِ اُحد میں جا بیٹھا

واں پیارے حمزہؓ کا لاشہ

جب چشمِ تصور سے دیکھا

عبداللہ کے شہزادےؐ کو

اُس دشت میں پھر بسمل دیکھا

یہ سارے منظر دیکھ کے میں
پھر رہ نہ سکا، کچھ کہہ نہ سکا
بس دکھ اور درد کے قالب میں
ڈھلتا ہی گیا، ڈھلتا ہی گیا!

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

میں کیا منہ لے کر جاؤں گا؟
کوثر کی طرف جب آؤں گا!
تلوار میں میری دھار نہیں
تعلیمِ دین سے پیار نہیں
باتوں میں میری سوز کہاں؟
آہیں میری دلدوز کہاں؟
کتنے ہی پیماں توڑ چکا
میں ربّ کی یادیں چھوڑ چکا
اک ایک مرا، پھر جرم مجھے
کھلتا ہی گیا، کھلتا ہی گیا!*

* کھلتا ـــــ ک کے زبر کے ساتھ: ناگوار، بُرا لگنا

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

پھر لوٹ کے جب میں گھر آیا
اک شمّع ساتھ ہی لے آیا
یہ حُبِّ سُنّت کی شمّع
جس دن سے فروزاں کی میں نے
اُس دن سے میں پروانہ بن کر
جلتا ہی گیا، جلتا ہی گیا!

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

ترانۂ سحر

آؤ بچّو تم کو بتائیں معنی ہم ایمان کے
ایک اللہ کے بندے ہیں ہم، مالک وہ اِس جان کے

سب سے پہلے ہے اسلام ــــــ جان سے بھی پہلے!

ہم نے ہی اس دنیا کو تہذیب کی دولت بخشی تھی
انسانیت ڈول رہی تھی، بیچ بھنور میں کشتی تھی
رنگ و نسل کے بُت تھے اور اک شورش بستی بستی تھی
رشتوں کی تقدیس نہیں تھی کرداروں میں پستی تھی
ایسے میں آئے تھے محمدؐ سائے میں قرآن کے
ایک اللہ کے بندے ہیں ہم، مالک وہ اس جان کے

سب سے پہلے ہے اسلام ــــــ جان سے بھی پہلے!

بندوں کو بندوں کی غلامی سے چھڑوانے آئے تھے
طیبہ سے ہر سمت نکل کر علم کے دیپ جلائے تھے
اُندلس کی وادی میں بھی توحید کے نغمے گائے تھے
ہندوستاں کے بُت خانے میں حق کے علم لہرائے تھے

ہاتھ میں تھی تلوار ہمارے، ہمراہ اِس قرآن کے
ایک اللہ کے بندے ہیں ہم، مالک وہ اس جان کے

سب سے پہلے ہے اسلام ــــــ جان سے بھی پہلے!

تھرّایا تھا قاسمؒ نے پھر باطل کے ایوانوں کو
ہم وہ صلاح الدّینؒ کہ جس نے موڑا تھا طوفانوں کو
الٹایا تھا ہم نے ہی دے دے کر اپنی جانوں کو
تخت و تاجِ قیصر کو اور کِسریٰ کے مے خانوں کو
ہم ہی تین سو تیرہ تھے فاتح یومِ فرقان کے
ایک اللہ کے بندے ہیں ہم، مالک وہ اس جان کے

سب سے پہلے ہے اسلام ــــــ جان سے بھی پہلے!

کفر پہ اپنی ہیبت تھی، ہم غیروں سے مرعوب نہ تھے
دوڑ لگی تھی جنت کی اور جاہ و حشم مطلوب نہ تھے
سادہ لوحی سے جیتے تھے چاؤ یہ مرغوب نہ تھے
کپڑوں کے پیوند خلیفہ تک کو بھی معیوب نہ تھے
ایسے میں بھی حاکم تھے وہ پورے ایک جہان کے
ایک اللہ کے بندے ہیں ہم، مالک وہ اس جان کے

سب سے پہلے ہے اسلام ـــــ جان سے بھی پہلے!

کاشغر اور بخارا کو کتنے روشن مینار دیئے
ہم نے **قُتَیبہ بن مسلم**ؒ سے اس جگ کو سالار دیئے
طارقؒ جیسے بیٹے پالے حیدرؓ سے کرّار دیئے
نانِ جویں کھا کھا کر بھی آرام وسُکوں سب وار دیئے
ہم تو شناور تھے جرأت، ہمّت کے ہر میدان کے
ایک اللہ کے بندے ہیں ہم، مالک وہ اس جان کے

سب سے پہلے ہے اسلام ـــــ جان سے بھی پہلے!

افریقہ کے دشت وجبل کو جب جب بھی سیراب کیا
علم و یقیں کے بیج بکھیرے، پتھروں کو مہتاب کیا
چنگیزی آہن کو جس نے حق کے لئے سیماب کیا
اصلاح و تبلیغ سے اُس آتش کو رُودِ آب کیا
ہم ہی تھے وہ عاجز بندے اُس ربِّ رحمان کے
ایک اللہ کے بندے ہیں ہم، مالک وہ اس جان کے

سب سے پہلے ہے اسلام ـــــ جان سے بھی پہلے!

لاکھوں میل پہ پھیلی اک بستی میں ہم سب رہتے تھے
جدا جدا تھی بولی لیکن ایک ہی کلمہ کہتے تھے
ہند کے رہنے والے قسطنطنیہ کا غم سہتے تھے
دلوں میں تھا اک جوشِ اُخوت، پیار کے دریا بہتے تھے
گھرے نہ تھے ہم لالچ میں اِس دنیا کے سامان کے
ایک اللہ کے بندے ہیں ہم، مالک وہ اس جان کے

سب سے پہلے ہے اسلام ــــــ جان سے بھی پہلے!

دنیا کو اخلاق کی اک اعلیٰ تعلیم ہمیں نے دی
بیٹی، ماں، اور بہن کو بھی سچّی تعظیم ہمیں نے دی
اپنے بزرگوں کو سب سے بڑھ کر تکریم ہمیں نے دی
پھول سے پیارے بچوں کو خوئے تسلیم ہمیں نے دی
ہم ہیں وارث علمِ نبیؐ کے، غنچے اک گلدان کے
ایک اللہ کے بندے ہیں ہم، مالک وہ اس جان کے

سب سے پہلے ہے اسلام ــــــ جان سے بھی پہلے!

راستے منزلوں میں بدل جائیں گے

راستے منزلوں میں بدل جائیں گے
فاصلے جس قدر ہیں سمٹ آئیں گے!
یہ خزاں کی جو بدلی ہے چھٹ جائے گی
بے قراری کو چین آخر آ جائے گا
غم میں رونے کی عادت بھی گھٹ جائے گی
روح تک کی تھکاوٹ اُتر جائے گی!
ٹہنیاں موسموں کا ثمر پائیں گی
بھیج کر غازیوں کو جو مقتل میں ہیں
اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا وہ کر پائیں گی
غم کدوں میں محبت کا ہوگا چلن
بھائی بہنوں میں مل جُل کے رہنے کی دُھن
_____ گرد اس پر جمی، پھر سے دُھل جائے گی!
دل پگھل جائیں گے، آنکھ کُھل جائے گی
خواب منظر حقیقت میں ڈھل جائیں گے
کارواں جو لُٹے تھے سنبھل جائیں گے
راستے منزلوں میں بدل جائیں گے!

ربّ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا

ہاں مگر ____ ہمسفر!

جانِ جاں!

رازداں!

پُر مشقّت اداؤں سے پہلے ذرا

اِن سمٹتی بلاؤں سے پہلے ذرا

رحمتوں کی گھٹاؤں سے پہلے ذرا

____ کچھ دعاؤں میں بھی تو اثر چاہیے!

اے ربّ دے دے توفیق مجھے

اے ربّ دے دے توفیق مجھے پابندِ شریعت ہو جاؤں
معراجِ عمل کو پھر پہنچوں اور بحرِ علم میں کھو جاؤں

میں صبحوں کا آغاز کروں، تحفیظ سے اور تلاوت سے
سرشار رہے سجدوں سے جبیں، اور دل ایماں کی حلاوت سے
تقویٰ کی حسیں چادر اوڑھوں ____ اور نفس کا رنگیں بت توڑوں
ہر فِسق کی خصلت چھوڑوں میں، اخلاص سے رشتہ جوڑوں میں
گر مجھ سے خطا کچھ ہو جائے، میں اشک بداماں ہو جاؤں
تُو معاف کرے تقصیر مری، تری رحمت ہو تقدیر مری

اے ربّ دے دے توفیق مجھے پابندِ شریعت ہو جاؤں
معراجِ عمل کو پھر پہنچوں اور بحرِ علم میں کھو جاؤں

توحید کی تیغ و سِناں لے کر، ہر سرحدِ دیں پر پہرا دوں
میں تیری محبت کا پرچم ہر کوچۂ دل میں لہرا دوں
اخلاقِ مجسّم ہو جاؤں، پہچانوں حق انسانوں کا
یوں حرص و ہوا کو تج دوں میں اور خون کروں ارمانوں کا

ماں باپ کی خدمت کر کر کے، جھولی میں دعائیں بھر بھر کے
اللہ میں تیرا ہو جاؤں، میں عشقِ نبیؐ میں کھو جاؤں

اے ربّ دے دے توفیق مجھے پابندِ شریعت ہو جاؤں
معراجِ عمل کو پھر پہنچوں اور بحرِ علم میں کھو جاؤں

بہاروں سے پہلے

بہاروں سے پہلے جو آنکھوں پہ بیتی، وہ اتنی کٹھن تھی کہ مشکل بیاں ہے
دلوں پر مگر جو سکینت تھی طاری ، اُنھیں کیا خبر وہ بعیداز گماں ہے

تمھیں نے یہ دعویٰ کیا تھا زمیں پہ کہ امُر اس کا ہوگا یہ جس کا جہاں ہے
تمھیں نے یہ اعزاز پایا جبیں پہ، شہادت کا تمغہ جو اَب گلفشاں ہے

نہ مغرب سے پندارِ قیصر ہی چُھوٹا، نہ طیبہ سے مشرق کا رشتہ ہی ٹوٹا
یہ صدیوں پرانی کہانی کا جز ہے، خلیج ایک حائل جو اَب درمیاں ہے

نبیؐ ہی کی دعوت کا ہے فیض جاری، وگرنہ یہ ہمّت یہ کوشش ہماری!
اُنھیؐ کی اِطاعت ہے منزل ہماری ، یہی کشتیٔ نوحِ عصرِ رواں ہے

عجب اک تصور امیرِ حرم نے، بتوں سے عداوت کا کل شب دیا ہے
کہ خودبُت کدے میں چراغاں ہے کل سے،حرم کی فضاؤں میں لیکن دھواں ہے

دلیلِ محبت؟

سنا تھا ہم نے لوگوں سے
محبت چیز ایسی ہے
چُھپائے چھپ نہیں سکتی!
یہ آنکھوں میں چمکتی ہے
یہ چہروں پر دمکتی ہے
یہ لہجوں میں جھلکتی ہے
دلوں تک کو گُھلاتی ہے
لہو ایندھن بناتی ہے
اگر سچ ہے ــــــ تو پھر آخر ہمیں
اُس ذاتِ حق سے یہ بھلا کیسی محبت ہے؟
نہ آنکھوں سے چھلکتی ہے
نہ چہروں پر ٹپکتی ہے
نہ لہجوں میں سلگتی ہے
دلوں کو آزماتی ہے نہ راتوں کو رُلاتی ہے
کلیجے مُنہ کو لاتی ہے نہ فاقوں ہی ستاتی ہے
نہ خاک آلود کرتی اور نہ کانٹوں پر چلاتی ہے

نہ یہ مجنوں بناتی ہے

عجب ! _____ ایسی محبت ہے

(فقط دعویٰ سُجھاتی ہے)

نہ کعبے کی گلی میں تن پہ انگارے بجھاتی ہے

نہ غارِ ثور میں چپکے سکینت بن کے چھاتی ہے

حرا تک لے بھی جائے، قُدس سے نظریں چراتی ہے!

ہم اپنے دعویٰ ٔ حقِ محبت پر ہوئے نادم

تو پلکوں کے کناروں سے جھڑی سی لگ گئی اور پھر

کہیں سے بجلیاں کوندیں

صدا آئی _____

ذرا اس آنکھ کی بندش کے دم بھر منتظر رہنا

وہاں خود جان جاؤ گے

محبت کی حقیقت کو!

غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کبھی چشمِ تصوّر سے

دلوں کے حکمراں دیکھو

اور اُن کا اطمیناں دیکھو!

کوئی زنجیر میں جکڑے

ہوئے ہیں کامراں ایسے!

کوئی زخموں سے رنگا رنگ

مُشک وزعفراں جیسے!

کوئی بارُود میں لپٹے

بس اک آتش فشاں جیسے!

کوئی ہاتھوں میں سر تھامے

کوئی مجروح پر تھامے

فرشتوں کی قطاروں میں

اُڑے پھرتے ہیں جنت میں!

یہی تھے پاسباں جو کل حرم سے باوفا ٹھہرے

یہی اہلِ محبت آج بھی دردآشنا ٹھہرے!

میرے ایمان کے ساتھیو!

اپنے ایمان کی آبیاری کریں، دل پہ اللہ کا خوف طاری کریں
صبح وشام اس کے اذکار کا ورد ہو، اور درودِ نبیؐ لب پہ جاری کریں
تاکہ جب اُس کے دربار میں جائیں ہم
دل میں کچھ خوف ہو اور نہ آنکھیں ہوں نم
شوقِ جنت نہ منزل سے پہلے ہو کم
اور سبیلِ ہُدیٰ سے ہٹیں نہ قدم

اپنی محرومیوں کا ازالہ کریں، دین کے چاند کا خود کو ہالہ کریں
ہم کو تہذیبِ اسلام پر فخر ہو، احمقوں کی ملامت سے کیوں ہم ڈریں
تاکہ جب اُس کے دربار میں جائیں ہم
دل میں کچھ خوف ہو اور نہ آنکھیں ہوں نم
شوقِ جنت نہ منزل سے پہلے ہو کم
اور سبیلِ ہُدیٰ سے ہٹیں نہ قدم

دل کی آنکھوں سے قرآں کو پڑھتے چلیں، آؤ جنت کے زینے پہ چڑھتے چلیں
مل کے جیشِ صلیبی سے لڑتے چلیں، اپنی ملّت کے زخموں کو ایسے بھریں

تا کہ جب اُس کے دربار میں جائیں ہم
دل میں کچھ خوف ہو اور نہ آنکھیں ہوں نم
شوقِ جنت نہ منزل سے پہلے ہو کم
اور سبیلِ ہُدیٰ سے ہٹیں نہ قدم

میری ملّت کو مل جائیں ایسے بطل، جن کے ہر گھات پر ہوں نشانے اٹل
پھر سے اسلاف کی یاد تازہ کریں، آنچ آنے نہ دیں دین پر کٹ مریں
تا کہ جب اُس کے دربار میں جائیں ہم
دل میں کچھ خوف ہو اور نہ آنکھیں ہوں نم
شوقِ جنت نہ منزل سے پہلے ہو کم
اور سبیلِ ہُدیٰ سے ہٹیں نہ قدم

یوں توکّل کی پتوار کو تھام لیں، بادبانِ شجاعت کو اونچا کریں
سجدۂ شکر، ساحل پہ پہنچیں کریں، صورتِ دیگراں ہار کر نہ ہریں
تا کہ جب اُس کے دربار میں جائیں ہم
دل میں کچھ خوف ہو اور نہ آنکھیں ہوں نم
شوقِ جنت نہ منزل سے پہلے ہو کم
اور سبیلِ ہُدیٰ سے ہٹیں نہ قدم

ہم اُخوت کا اک نغمۂ جاں فزا، جان وتن اُن کی خاطر نہ ہو کیوں فِدا

وہ جو ہجرت کی راہوں میں مارے گئے، جن سے وعدہ ہے مر کر بھی جو نہ مریں

تا کہ جب اُس کے دربار میں جائیں ہم

دل میں کچھ خوف ہو اور نہ آنکھیں ہوں نم

شوقِ جنت نہ منزل سے پہلے ہو کم

اور سبیلِ ہُدیٰ سے ہٹیں نہ قدم

تم اُن کی آگ سے نہ روشنی لینا!

((لَا تَسْتَضِيْئُوْا بِنَارِ الْمُشْرِكِيْنَ)) (كتاب الزينة من السنن)

''مشرکین کی آگ سے روشنی مت لینا''۔

بھلے لوگو!

شکستہ موتیوں سے اپنے دامن کو بچا رکھنا

ذرا اس دامِ ہم رنگِ زمیں سے

اپنی پروازیں

جدا رکھنا!

بھلے لوگو!

تمہارے آشیانے کے بہت ہیں قیمتی تنکے

تو اُن کی آگ سے ہرگز

کبھی مت روشنی لینا!

کہ یہ شعلے ـــــــ

تمہارے کھیت کی سب کھیتیاں ویران کر دیں گے

فرشتوں کی صفوں میں خود تمہیں انجان کر دیں گے

اُترتے تھے کبھی افلاک سے جو نصرتیں لے کے

وہی اک ضرب سے اپنی
تمہاری بستیوں کی بستیاں سنسان کر دیں گے!

بھلے لوگو!
تمہیں معلوم بھی ہے یہ
وہ راضی ہو نہیں سکتے کبھی تم سے
تو پھر کیونکر ______
تمہیں اُن کی مروّت کا کبھی احساں اٹھاتے ہو
کبھی خرمن کے جلنے کا اُنھیں قصّہ سناتے ہو
سنانے کے لیے جاتے ہو لیکن سن کے آتے ہو!
کہیں تہوار ہو اُن کا تو پھر شمعیں جلاتے ہو
جہنّم میں وہ جائیں گر تو سکتے میں تم آتے ہو
مسلمانوں کے زخموں پر نمک کی تہہ جماتے ہو
اُجاڑا جس نے مسلم کو ____
اُسی قتّال کو پھر منصفِ دوراں بناتے ہو
عبث خود کو تھکاتے ہو!
بھلے لوگو؟!

عبداللہ عزّام شہیدؒ

عجیب ایک شخص تھا
جوارِقُدس سے اٹھا
جہاد کا علم لیے
تو اُس کی اک پکار پہ
عرب، عجم نکل پڑے!
کئی محاذِ شوق پھر
یہاں وہاں پہ سج گئے!

وہ شخص کوہِ عزم تھا
وقارِرزم وبزم تھا
وہ دوستوں کے درمیان کہہ رہا تھا ایک دن
''جہاد پرتو وہ لکھے ـــــــ
جو گھن گرج میں توپ کی، محاذ کا مزہ چکھے''
کہا جو اس نے ـــــــ کر گیا
قیادتوں کا اک خلا
لہو سے اپنے بھر گیا
عجیب شخص تھا کہ جو قلم کی لاج رکھ گیا

سروں پہ آگہی کے وہ

حسین تاج رکھ گیا!

اور اب اِدھر

قدم جو اُس کے نقش ہیں وہ قافلوں کی رہگزر

قافلے ہی قافلے ___

زمیں کے شرق و وسط سے

بہ سمتِ غرب قافلے!

اور اب کوئی یہ قافلے

روک کر دکھائے تو!

دلیلِ حق کے روبرو

دلیل کوئی لائے تو!

مقابل آفتاب کے

دِیا ذرا جلائے تو!

حاملِ المِسک !

جب کھلی نہ تھیں ادراک کی کھڑکیاں
فہمِ تازہ کی کرنیں بھی انجان تھیں
ہم نے چہرے پڑھے تھے کتابیں نہیں
ہم نے آنکھوں میں جھانکا تھا دل میں نہیں
چاند چہروں پہ پھیلی ہوئی روشنی
پھول آنکھوں میں کِھلتی ہوئی زندگی
خود کتابوں میں لکّھے کی تعبیر تھی
اس کو سمجھا تو جب ہی سمجھ پائے ہم
منزلوں کا پتہ، وہ پیامِ حرم
اس کو جانا تو دل میں جما پائے ہم
بے ثباتی جہاں کی، ثباتِ عدن
اس کو مانا تو پھر ہی بھلا پائے ہم
اپنے خوابوں کی دنیا بکھرنے کا غم
'کیریئر' کی تباہی کا رنج والم
یہ بھلایا تو آخر نبھا پائے ہم
اپنا عہدِ وفا تا بہ ملکِ عدم !

اہلِ ہجرت کے نام

اے کہ ہجرت کی راہوں پہ نکلے ہو تم، تم ہمارے دلوں سے تو نکلے نہیں
ڈوبتے ہیں کبھی دل تمہارے کہیں، ڈوب جاتی ہیں اپنی بھی نبضیں وہیں

تم نے اسلامیوں کو سہارا دیا ، نقدِ جاں وارنا تک گوارا کیا
اپنے پیاروں کی دنیا کو چھوڑ آئے تم ، بے کسوں نے کبھی جو اشارہ کیا

سامنا ہم تمہارا کریں کس طرح، غفلتوں میں پڑے، ساحلوں پر کھڑے
اپنی آنکھوں میں تابِ نظارہ کہاں، موجِ طوفان سے جس طرح تم لڑے

ہاں مگر وہ محبت کا اک زمزمہ ، بہہ رہا ہے دلوں میں جو فی اللہ سدا
ڈھل رہا ہے جو دن رات بہرِ دُعا ، ہے تمہارے لیے رہروانِ وفا

ہم ہیں مِنّت گزارِ* شہِ انبیاءؐ، جس نے خوں سے شریعت کو توقیر دی
جس کے شکمِ مبارک پہ پتھر بندھے، جس نے ورثے میں اُمت کو شمشیر دی

* مِنّت گزار: شکرگزار

نہ جانے کب؟

نہ جانے میرے شہیدوں سے کیا سلوک ہوا؟
نہ جانے میرے اسیروں پہ کیا نہ کچھ بیتی؟
نہ جانے کیسی ہی اُن پر قیامتیں ٹوٹیں؟
نہ جانے کب مری بستی کے لوگ جاگیں گے؟
نہ جانے کب مرے سچّے رسولؐ کے دشمن؟
مری زمیں کے کناروں سے نکل بھاگیں گے؟
نہ جانے کب مرے لہجے کی کھنک، دل کی کسک ـــــــ
مرے چمن کی فضاؤں کو راس آئے گی؟
نہ جانے کب مری آنکھوں کی، آخرِ انجام
بجھے گی پیاس ـــــــ شہادت کی باس آئے گی؟
نہ جانے کب کوئی جنت کی حور چپکے سے
مجھے اُڑا کے افق پار چلی جائے گی؟
جہاں پہ روح یہ میری قرار پائے گی!
نہیں میں جانتا کچھ بھی ـــــــ مگر یقیں ہے مجھے
''یہ رات میرے چراغوں سے ہار جائے گی!''*

* یہ مصرعہ کسی اور شاعر کا ہے۔

آ بگینے!

ایک سفر میں غلام نے اونٹوں کو تیز دوڑایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستورات کا خیال رکھنے کے لئے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا: ((رُوَیْدًا یَا اَنْجَشَۃُ لَا تُکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ)) (مسلم، کتاب الفضائل) ''آہستہ اے انجشہ! آبگینوں کو توڑ نہ دینا''۔

ذرا دھیرے سے تم چلنا
کہ یہ تو آبگینے ہیں!

یہی وہ آبگینے ہیں ــــــ
کبھی ہو پیاس کی شدّت تو یہ پانی پلاتے ہیں
کبھی سورج کی ہو حدّت تو یہ سایہ بناتے ہیں
یہ ہیں آنگن کے تارے جو ہمیشہ جگمگاتے ہیں
مکاں کو گھر بناتے ہیں
اِنھی میں وہ قرینے ہیں
کہ یہ تو آبگینے ہیں

یہی وہ آبگینے ہیں
کہ جو گھر بھر کی زینت بھی
یہی آنکھوں کی ہیں ٹھنڈک

یہی فرحت بھی، راحت بھی

اِنھی سے رونقِ محفل

اِنھی سے حرمتِ محمل

بھری شاداب دنیا میں

یہی سرسبز اک حاصل

یہی جنت کے زینے ہیں

کہ ہیں یہ ماں

یہی بیٹی، یہی بہنا

یہی ہیں ہاتھ کا گہنا

محاذوں پر جو نکلو تو

کبھی پیروں کی بیڑی بھی! ____

بنیں پسلی سے ہیں یہ

اس لئے تھوڑی سی ٹیڑھی بھی!

مگر تم توڑ مت دینا

انھیں مستور ہی رکھنا

کہ عصمت کے نگینے ہیں

کہ یہ تو آبگینے ہیں!

کبھی سوچا بھی ہے تم نے

یہ کتنا دُکھ اٹھاتی ہیں؟

تمہاری زندگی کو کس طرح شاداں بناتی ہیں؟

تمہاری راہ کے کانٹے

یہ چُن لیتی ہیں پلکوں سے

سفر آساں بناتی ہیں

سنور جائیں اگر

اک نسل کا ایماں بناتی ہیں!

پھر اِن معصوم کلیوں کو

یہی بصری ____

یہی سُفیاں بناتی ہیں!

”بتاؤ تو جنت میں کیسے چلو گے؟“

((...لَاصَدَقَةَ وَلَاجِهَادَ!وَبِمَ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ ؟))

(المعجم الاوسط ۲۸/۲،مسندِ احمد۵/۲۲۴)

حضرت بشیر بن الخصا صیّة السد وسیؓ کےاسلام پر بیعت کرنے کےموقع پر نبیؐ ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادِ مبارک۔

یہ صدیوں پرانی کہانی ہے یارو
تمہیں آج میں جو سنانے چلا ہوں
خیالوں خیالوں میں لے کر تمہیں پھر
قدیم ایک منظر دکھانے چلا ہوں

سعادت کے پُرنور لمحے، یہ صُبحیں
فلک سے وحی کے اترنے کے دن ہیں
اخوت کی بستی، یہ پر کیف شامیں
یہ دیں سیکھنے کے،نکھرنے کے دن ہیں
ہیں راتوں کوسجدے تو دن کو ہیں روزے
کہ ایماں کے بننے سنورنے کے دن ہیں
یہ صُفّہ کی محفل، وہ جنت کا روضہ
حضورِ نبیؐ میں ٹھہرنے کے دن ہیں

صحابہؓ بخوبی مگر جانتے ہیں
کہ رہنا ہے گر اُنؐ کی صحبت میں دائم
تو اللہ کی خاطر یہ مرنے کے دن ہیں
ہوئی ہے جو قندیلِ توحید روشن
پتنگوں کے جلنے بکھرنے کے دن ہیں

اِسی روز و شب میں، اسی کشمکش میں
صحابیؓ اک آئے جو ملنے نبیؐ سے
کریں تا کہ اسلام پر وہؓ بھی بیعت
ملے تا کہ انؓ کو بھی عقبیٰ کی راحت
شروع سلسلہ عہد کا جب ہوا تو
وہؓ بولے بصد احترام و محبت
جہاد اور صدقہ نہیں میرے بس میں
بس اِن دو سے میں معذرت ہی کروں گا!
... تو دستِ مبارک کو کھینچا نبیؐ نے
(بتایا کہ ایسے میں بیعت نہ لوں گا)
تحیّر سے پھر آپؐ نے اُنؓ سے پوچھا
''... نہ صدقہ ہی دو گے، نہ غزوہ کرو گے
بتاؤ تو جنت میں کیسے چلو گے؟''

اُسی ایک لمحے سمجھ بات آئی
اطاعت گزارِ شہہِ انبیاءؐ کو
کہ جنت کا سودا تو سستا نہیں ہے
کہیں جا کے تکمیلِ بیعت ہوئی پھر
کُھلا اس طرح اہلِ ایماں پہ یہ سِر

جوانو! فقط تم سے یہ پوچھتا ہوں
تم اپنے نبیؐ سے عہد توڑ لو گے؟
نہ خرچے کرو گے؟ نہ جنگیں لڑو گے؟
مقاصد کو اعلیٰ نہ ارفع کرو گے؟
جو سیکھی ہے تم نے رمی ___ چھوڑ دو گے؟
تو کیا اپنے بستر پہ ہی جان دو گے؟

ہم نے رسمِ محبت کو زندہ کیا!

ہم نے رسمِ محبت کو زندہ کیا، زخمِ دل جیت کر نقدِ جاں ہار کر
ہم سے بزمِ شہادت کو رونق ملی، جانے کتنی تمناؤں کو مار کر

قیدِ جاں سے گزرنے لگے جس سمے، عقل کہنے لگی اک ذرا سوچ لے
اُس کی رحمت میں پہنچے تو دل بول اُٹھا، تو نے جو کچھ کیا اُس کو دس بار کر

کچھ نے دعوے محبت کے دائر کیے اور متاعِ دل و جاں بچا لے گئے!
کوئی لایا دلیلِ محبت مگر خون کی ایک اک بوند کو وار کر

تیرے ربّ کی محبت سمندر ہے وہ جس کی گہرائیوں کی کوئی حد نہیں
تیرنا چھوڑ دے، ڈوبنا سیکھ جا، دل کو حُبِّ نبیؐ کا گرفتار کر

مغربی مکتبوں کی نئی روشنی، تیری تاریکیوں کا ازالہ نہیں
طاقِ دل میں اُجالا اگر چاہیے، تو پرانے چراغوں سے ہی پیار کر

قائدِ محترم! تجھ کو کیا ہوگیا؟ پیشِ سلطانِ جابر کہاں کھو گیا؟
صرف اتنا تقاضا تھا پیشِ بُتاں، معنیٔ لا الٰہ کا تو اظہار کر

تم درد ہمارا کیا جانو!

تم شہرِ اماں کے رہنے والے درد ہمارا کیا جانو؟
ساحل کی ہوا، تم موجِ صبا! طوفان کا دھارا کیا جانو؟

آغازِ سفر ایمان و یقیں، انجامِ عمل اک شام حسیں
بن دیکھے حُسن کی منزل کو، یہ رستہ پیارا کیا جانو؟

رستہ ہی یہاں خود منزل ہے،ٹھوکر ہی یہاں اک حاصل ہے
اے سود و زیاں گننے والو! کس نے ہے پکارا کیا جانو؟

اِن راہوں میں فردوسِ بریں، اِن گلیوں میں جنت کے مکیں
ان تیکھے اُلجھے رستوں میں، ہیں کون صف آرا کیا جانو؟

سمجھے ہیں جسے گلزار سبھی، اک آگ ہے عصرِ حاضر کی
تمہید سے تم گزرے ہی نہیں، اب قصّہ سارا کیا جانو؟

اے قیسِ عصر جو کالج میں چھے چار جماعتیں پڑھ بیٹھے
تم واقفِ نقش و رنگِ حنا، خوں کا فوّارہ کیا جانو؟

...اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف:۱۷۹)

’’... یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں‘‘

کیوں چاند پہ جا پرکھیں
انسان کو آخر ہم؟
جب سامنے دِکھتے ہیں
مٹّی کے یہ مادھو
چوپایوں سے بھی کم!
یہ کیا سلجھائیں گے
’آفاق‘ کے پیچ وخم؟
خود عقل کے اندھے ہیں!
کیسے سکھلائیں گے
’انفُس‘ کا علاجِ غم؟
گونگے ہیں بہرے ہیں!

مغرب کا یہ انسان
اک ناطق یہ حیوان!
خود آج نہتا ہے

بارُود کے ڈھیر پہ بھی
اور چاند پہ جا کے بھی
شیطان کی قید میں ہے!

عالمِ دین

اپنے چمن سے دُور کہیں پہ
انجانی، بے آب زمیں پہ
علم کی خوشبو بانٹ رہا ہے
لالہ کا اک تنہا پھول
جس کی ہر ہر پتّی اپنے موسم کی اتنی مقروض ــــــــ
کبھی تو سورج راجا اس کو
اپنا اصلی روپ دکھائے
اور کبھی ہے اس کا مقدّر
صَرصَر، طوفاں، بارش، دُھول!
پھر بھی لیکن کِھلا کِھلا ہے
لالہ کا یہ تنہا پھول!

یہ وہ پھول کہ سامنے اس کے
عقل وفہم کی وادی میں خواہ
کیسے ہی بھونچال آجائے
صحرائے تحقیق میں بھی جب
بادِ تجدّد کے سنگریزے

سلَف کے رستوں کو دُھندلائیں

نئے سے نئے سراب دِکھیں اور ______

ریگستاں پانی بن جائیں

بَن باسی بھی جب گھبرائیں

تو ایسے نازک لمحوں میں

یہ لالہ رہبر بن جائے!

اپنی نکہت کے جھونکوں سے

بُھولے بھٹکے ہر راہی کو

نخلستاں کا پتہ بتائے

منزل تک اُس کو پہنچائے

لالہ کا یہ تنہا پھول!

گرچہ خود ہے اس کا مقدر

سورج، طوفاں، بارش، دُھول!

ایک طبیب کا عہدِ وفا

فلسطینی طبیب عبدالعزیز رنتیسی شہیدؒ جس نے عمر بھر جسموں کی جرّاحی کے بجائے روحوں کے معالجے کو ترجیح دی۔ جس نے طاغوت سے کسی بھی قسم کی مصالحت سے انکار کر دیا۔ اس کا آتشدانِ قلب اُمّت کے غم میں جلتا ہی رہا، یہاں تک کہ جب ایک امریکی ساختہ اپاچی ہیلی کاپٹر نے اسے بُجھایا تو اس وقت تک یہ آگ لاکھوں ہی سینوں میں منتقل ہو چکی تھی! یہ نظم رنتیسیؒ سمیت ملّت کے اُن سب طبیبوں کے لئے ہدیۂ محبت ہے جو وفائے عہد جانتے ہیں!

رفو گری ہی گُلوں کی جب اپنی خو ٹھہری

اور اپنے ساتھ دعائیں ہیں سارے گلشن کی ـــــ

یہ ہم سے ہو نہیں سکتا

کبھی بھی جیتے جی ـــــ

کہ زخم جھیلنے والوں پہ نہ نگہ ڈالیں

کہ رسم و راہِ محبت کے غم مٹا ڈالیں

شہید ہو چکے جو ہیں اُنھیں بھلا ڈالیں

بدل کے راستے اُن سے ـــــ نئی طرح ڈالیں!

نہیں نہیں ـــــ مرے شہید بے وفا نہ تھے!

کسی بھی تاجور کے تاج کی ضیا نہ تھے!

وہ اجنبی کہ جو مالک کا انتخاب رہے
کسی یتیمِ بے ردا کی اک ندا سُن کے
ستم کشوں کے حق میں تیشۂ عذاب رہے
وہ غمگسار کہ مستضعفین کی خاطر
کڑکتی دھوپ میں بھی صورتِ سحاب رہے
ہمارے دِیں کی حفاظت کے واسطے اپنے
جنہوں نے زاویے نگاہ کے بدل ڈالے
کہیں رُکی نہیں ذلّت کے موڑ سے پہلے
کہ رُخ اُنھوں نے جس سپاہ کے بدل ڈالے
اب اِس قلم کی روشنائی ہے زباں اُن کی
مرا نشتر، یہ مسیحائی پاسباں اُن کی
یہ ساری شعلہ نوائی بھی ترجماں اُن کی
جو خونِ دل سے دِیے رات بھر جلاتے رہے
رہے خموش ــــــ مگر حشر اک اٹھاتے رہے!
پھر اُن کی یاد کے جگنو بھی پچھلے پہروں میں
ہمیں جگاتے رہے اور ــــــ جگمگاتے رہے
بجھے ہوئے دلوں میں شعلۂ رجا بن کر
اُٹھے ہوئے کئی ہاتھوں کی اک دعا بن کر!

کہیں وہ دن نہ آ جائے!

تم اپنی دُور بیں آنکھوں سے
ان اغیار کا چہرہ نہیں ــــــ
چہروں پہ پھیلی مسکراہٹ بھی نہیں ــــــ بلکہ
حسیں اس مسکراہٹ کے عقب میں
''دوستی'' کی دلدلوں میں تیرتے سانپوں کو بھی دیکھو!
وگرنہ ــــــ!

تم ان کے مرمریں ہاتھوں میں گلدستے نہیں ــــــ
گلدستۂ رنگیں میں لپٹے سرخ نیلے پھول تارے ہی نہیں ــــــ بلکہ
ذرا ان پتّیوں سے پھوٹتی اک بوئے قاتل کو بھی تو سونگھو!
کبھی ان ناریوں کی بھی زباں سمجھو!
وگرنہ ــــــ!

وگرنہ قربتوں کے اِس سفر میں دن وہ آئے گا
گئی تاریخ کا چکّر
پلٹ کر گھوم جائے گا!
بدیسی لوگ ہوں گے اور ــــــ

کتابی صورتوں کے ہر ورق پر ''صرف ہم اور ہم'' ______ لکھا ہوگا!

مسلماں کے نوِشتے میں

کلامِ غم لکھا ہوگا!

شہر کی اِن فصیلوں پر

نیا پرچم لگا ہوگا

پتہ تم ''دوستوں'' کا پوچھتے رہ جاؤ گے ہر سُو ______

مگر تاریخ کا کاتب

قلم تک کھو چکا ہوگا!

''امیرِ ما! ایں سر در رہِ خدا حاضر است''

۶ مئی ۱۸۳۱ء کو سرزمینِ بالاکوٹ پر اپنے آخری معرکے میں سیّد احمد شہیدؒ اور ارباب بہرام خان شہیدؒ (پشاور) کے درمیان ہونے والا مکالمہ۔

کُنہار کے کنارے

زوروں پہ معرکہ تھا

بہرام خانؒ، سیّد احمدؒ سے جا کے بولے:

''اے امیرِ ما! اجازت؟

اک بات عرض کرلوں

مشکل سی آپڑی ہے ____

میداں میں فوجِ باطل

ہر چارسو کھڑی ہے

کیوں نہ غنیم کے ہم، نرغے سے نکل جائیں؟

خطرے کی یہ گھڑی ہے!''

سیّدؒ یہ سُن کے بولے:

''بہرام خانؒ بھائی! ____ جانے بھی دیجیے اب!

ہم ہند سے نکل کر ____

مہران کی وادی سے ____

بولان کے درّے سے ـــــــ

قندھار کے صحرا سے ـــــــ

کابل تلک جو آئے!

سرحد میں پھر پہنچ کر

اللہ کے علم کو

اُونچا کیا جو ہم نے

سارا سفر یہ اپنا

جس وقت کے لئے تھا

وہ وقت بس یہی ہے!

تھا انتظار جس کا

خاں جی! یہ وہ گھڑی ہے

''منزل'' تو آ گئی ہے!''

بہرام خاںؒ کے دل کی

ہی بات تھی یہ گویا

کہنے لگے جواباً:

''لبیک امیرِ ما! بس!

میں آپ ہی کی خاطر

یہ بات کہہ رہا تھا

میرا بھی عزم ورنہ
کچھ اور تو نہیں تھا!
ہجرت کے راہیوں کی
نصرت کا یہ سفر خود
جس شام کے لئے ہی
میں نے بھی طے کیا تھا
وہ شام آ گئی تو ____ پھر انتظار کیسا؟
جنت ہے منتظر گر ____ اس سے فرار کیسا؟
پرواز کے لیے ہیں
تیار بال و پر بھی
اللہ کے رستے میں
حاضر ہے مرا سر بھی!''

پھر معرکہ ہوا اور ______
انصار اور مہاجر
سب خون میں نہا کر
اُس دشت میں پڑے تھے!
اُنّیسویں صدی کے
یاقوت اور ہیرے

اک طشت میں جڑے تھے!

۱۳۹

اے خطۂ سرحد کے
سادہ مزاج لوگو!
دل کے قریب لوگو!
یہ سرزمیں تمہاری ____
اسلاف کی اُمنگوں
کی آج بھی امیں ہے
بہرامؒ اور سیّدؒ
عزّامؒ ایسے جیّد
جن سرحدوں سے گزرے
اب اُن کے پار پھر سے
کچھ رومیوں کے لشکر
میدان میں ہیں اُترے
اے میرے پیارے لوگو!
پُرکھوں کی لاج رکھنا
پھر معرکہ بپا ہے
بس یاد آج رکھنا!

صحبتِ با اہلِ دل!

((...هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ))

(حديثِ قدسی، بخاري، كتاب الدعوات)

''یہ (اہلِ ذکر) وہ لوگ ہیں کہ ان کے ہم نشین بھی شقی نہیں رہتے''۔

کبھی کبھی
کہیں کہیں
کوئی کوئی ملے اگر تو یوں لگے
کہ جیسے آس پاس آفتاب سے چمک اٹھیں
بہارِ دل میں جیسے کچھ گلاب سے مہک پڑیں
یہی ہیں تو ____
زمین کا نمک ہیں جو!

زہے نصیب، دوستو!
اگر یہ تم سے بن پڑے
تم اِن کے ہم نشیں رہو
کہ اِن کے جو جلیس ہیں
کبھی شقی نہیں رہے!
یہ لوگ کم سہی مگر

تلاش پھر بھی شرط ہے
یہ مل ہی جائیں گے تمہیں
ہجومِ اہلِ ذکر میں
کسی نماز میں ____ یہاں!
کسی محاذ پر ____ وہاں!

سلطان صلاح الدّین ایوّبیؒ

مرے مجاہد!
مجھے یقیں ہے
ترا نشانہ اٹل رہے گا
تری نظر جو فلک کو دیکھے
فلک کے در بھی
کُھلے رہیں گے
تری نظر میں یقینِ محکم
کے چاند تارے سجے رہیں گے
ترا سفینۂ آرزو جو
نشانِ ساحل کو ڈھونڈتا ہے
بہ جستجوئے منارِ منزل
یہ محنتوں کا ثمر، یہ حاصل
بفضلِ ربِّ رحیم آخر
تجھے ملے گا
رقیب تیرا نہ اب کے ہرگز سنبھل سکے گا
ترا نشانہ اٹل رہے گا!

مرے مجاہد!

یہ تیری آنکھوں کے بے کراں آسماں میں روشن ہزاروں تارے

رجاء و ہمت کے استعارے

یہ تیرے سینے میں مست و برہم عزیمتوں کے مہیب دھارے

یہ نصرتوں کے کھلے اشارے

بتا رہے ہیں ____

کہ سیلِ توحید شرک والوں کی سمت تیزی سے بڑھ رہا ہے

یہ نغمہ تاریخ کا مسافر نئے لحن میں سنا رہا ہے

کہ میرے قبلۂ اوّلیں پہ

چُنی جو اہلِ کتاب نے ہے

جدارِ خونیں ____ گرے گی اب کے!

ہزار تیر و تفنگ لے کے

آئمّۂ کفر تیری جانب

بڑھیں بھی گر ____

کچھ خطر نہیں ہے!

اُنھیں یہ شاید خبر نہیں ہے

کہ 'دشتِ یرمُوک'، ہو یا 'مُؤتہ'

'بنی قُرَیظہ' کہ 'جبلِ طارق'

تُو ایسے ہر امتحاں میں قرنوں سے اب تلک

سُرخرو رہا ہے!
حرم کی تُو جستجو رہا ہے
سفر ترا کو بہ کو ہمیشہ
شکستِ قہرِ عدو رہا ہے!
اور اس مقدّس زمین پر بھی
جہاں صفِ انبیاءؑ بنی تھی
جہاں سے عرشِ بریں کی جانب
سواری معراج کی چلی تھی
نہ ہیکلوں کا فروغ ہوگا
نہ کچھ صلیبی شغل رہے گا
غنیم تیرا
تری ہی زد سے
نہ بچ کے ہرگز نکل سکے گا
ترا نشانہ اٹل رہے گا!

عذرِ افغان!

صحرائی ہوں
صحرائی ہوں
میرے رنگ نہ دیکھ مسافر
میرے روپ نہ دیکھ!

میرا اُلجھا سر نہ دیکھ
سر میں سمائی دُھن کو دیکھ
تن کے کپڑوں پر نہ جانا
من کا اُجالا دیکھ مسافر
میرے روپ نہ دیکھ!

میرے گرد آلود یہ پاؤں
نیند سے کوسوں دور آنکھیں
ان کی تھکن کا غم نہ لگانا
جس سرحد پر پہرا زن ہیں
اُس کی عظمت دیکھ مسافر
میرے روپ نہ دیکھ!

دو سوکھی روٹی کے ٹکڑے

قہوے کے چند گھونٹ

مل جُل کر کچھ کھا ہی لیں گے ______

اِس توفیق کو مت ٹھکرانا

جس جذبے سے پیش ہوئے یہ

(اور بدلے میں جو ملنا ہے!)

اُس کی قیمت دیکھ مسافر

سایہ دھوپ نہ دیکھ!

صحرائی ہوں

صحرائی ہوں

میرے رنگ نہ دیکھ مسافر

میرے روپ نہ دیکھ!

امّید

ہے آرزو مجھے پناہ مل رہے شر سے
یہ چاہتا ہوں کہ نکلوں کبھی جو میں گھر سے
ہر ایک گام پر دعائیں میری پوری ہوں
ہیں نیک جو بھی تمنائیں ____ نہ ادھوری ہوں
یہ سوچتا ہوں مرے ذہن میں اجالا ہو
ہے ایک خواب کہ دنیا جہان سے پہلے
مرے مکان میں تو حق کا بول بالا ہو
ہدف ہے یہ بھی کہ مٹی کے مورچے کی طرح
میں اپنے نفس کے محاذ کو بھی فتح کروں
پھر اک خیال تہہِ خاک نیند سے پہلے
جو غفلتوں کے ہیں گڑھے ____ انھیں بھی بند کروں!
اگرچہ سخت ہیں سبھی یہ امتحاں مجھ پر
یہ سچ کہ بار ہیں موسم کی تلخیاں مجھ پر
کبھی تو چھائیں گی رحمت کی بدلیاں مجھ پر
برس ہی جائے گا اک روز آسماں مجھ پر
کہ میں نے باندھ لی امید ایسی ہستی سے
جو میری ماں سے بھی بڑھ کر ہے مہرباں مجھ پر!

چمن کی آبرو

عجب اک شان سے دربارِ حق میں سرخرو ٹھہرے
جو دنیا کے کٹہروں میں عدو کے روبرو ٹھہرے

بھرے گلشن میں جن پر انگلیاں اُٹھّیں، وہی غنچے
فرشتوں کی کتابوں میں چمن کی آبرو ٹھہرے

اُڑا کر لے گئی جنت کی خوشبو جن کو گلشن سے
اُنھی پھولوں کا مسکن کیوں نہ دل کی آرزو ٹھہرے

وہ چہرے نور تھا جن کا سدا رشکِ مہِ کامِل
رقیب اُن کے ہوئے جو بھی، ہمیشہ سیہ رُو ٹھہرے

اے دانشور! ترے آرام کے ضامن ہیں دیوانے
جو جنگاہوں میں رات اور دن ستم کے دُوبدو ٹھہرے

چلو کہ اب کہیں جا کے یہ اپنے جان و دل واریں
تھمے بھی یہ سفر آخر کہیں تو جستجو ٹھہرے

اپنے چہروں کی تابندگی کے لئے!

﴿وَلَئِنۡ قُتِلۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَوۡ مُتُّمۡ لَمَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحۡمَۃٌ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ﴾ (آلِ عمران ۳:۱۵۷)

''اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جاؤ یا مر جاؤ تو بالضرور تمہیں ملنے والی اللہ کی مغفرت اور رحمت اُن ساری چیزوں سے بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کر رہے ہیں''۔

کتنے ایواں سجے، کتنے کالج کھلے، کتنے 'لیکچر' رہے شہرِ آشوب میں
بس کھلی تو کتابِ ہُدیٰ نہ کھلی، اور نہ کیا کچھ ہوا آگہی کے لیے
ایک 'خنساء' تھی لیکن یہ کہنے لگی، آندھیوں میں جلا کے چراغِ جگر
ہم نے پالا تھا بیٹوں کو سالوں تلک، کل کی خاطر نہیں! آج ہی کے لیے
دل میں امّیدِ حقِّ شفاعت لیے، اپنے پیاروں سے تحفے دعا کے لیے
عیشِ دنیا کو تج کے کچھ ایسے بڑھے، پھر نہ سوچا کبھی واپسی کے لیے
یوں سدا وہ اندھیروں سے لڑتے رہے، شمعِ ایمان سینوں میں روشن کیے
خوں جلاتے ہوئے، جھلملاتے ہوئے، شہرِ خاموش میں روشنی کے لیے
ایک پیغام لیکن ہمیں دے گئے، روشنی کے سفر پہ چلے جو گئے
جس کو بجھنے کا ڈر ہو وہ کیسے جلے؟ موت ہے اک سفر زندگی کے لئے!

حافظِ قرآن بچے کی دُعا

﴿قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا هُوَخَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ﴾(یونس:۵۸)

''کہہ دیجئے کہ یہ (قرآن) اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت کے ساتھ بھیجا گیا ہے، پس
لوگوں کو چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں اور یہ ہر اُس چیز سے
بہتر ہے جسے لوگ جمع کر رہے ہیں''

امّی، ابّو! بہت شکریہ آپ کا
مجھ کو تحفیظِ قرآں کا تحفہ دیا
ساری دنیا سے پیارا یہ قرآن لوں
اپنے اللہ کو تاکہ میں پہچان لوں
شکریہ شکریہ ـــــ شکریہ شکریہ

راہ جنت کی مجھ کو دکھاتا ہے یہ
نورِ ایمان دل میں بڑھاتا ہے یہ
دُور شیطاں کو مجھ سے بھگاتا ہے یہ
اور جہنّم کے شر سے ڈراتا ہے یہ
ایک اک حرف پر دس تلک نیکیاں
یوں تلاوت کی رغبت دلاتا ہے یہ
شکریہ شکریہ ـــــ شکریہ شکریہ

سچ ہی بولوں، یہ اِس نے سکھایا مجھے
نیک کاموں کا خو گر بنایا مجھے
جھوٹ ، چوری ، دغا ، گالیاں ، بددعا
ایسی باتوں سے بچنا سکھایا مجھے
میں مسلماں ہوں، میری ہے پہچاں الگ
کافروں سے ممیّز بنایا مجھے

شکریہ شکریہ ـــــــ شکریہ شکریہ

میں تو چھوٹا سا تھا، کچھ پتہ تک نہ تھا
مجھ کو مسجد کی راہ پر لگا کیوں دیا؟
اب یہ جانا کہ اِس سے تو بڑھ کر بھلا
میرے بچپن کا مصرف کوئی بھی نہ تھا!

شکریہ شکریہ ـــــــ شکریہ شکریہ

اب دعا ہے مری، آپ آمیں کہیں
اور مجھ سے سبق روز سنتے رہیں
لحنِ داؤد میں اس کو پڑھتا رہوں
آخرت کے مدارج پہ چڑھتا رہوں
اپنے ننھے سے ہاتھوں میں پھر تھام کر
آپ کا ہاتھ، جنت میں میں جا بسوں!

شکریہ شکریہ ـــــــ شکریہ شکریہ

اقصیٰ کے ننھے شہسوار

بچوں کو للکارا تم نے، بچوں کی اب جنگ رہے گی
معصوموں کو مارا تم نے، دھرتی تم پر تنگ رہے گی
تم ہو مُعاذ اور تم ہی مُعوِّذ ــــــ اے شیرو! انھیں گھیرو، یہ بھاگنے نہ پائیں!

توڑ کے ہم نے اپنے کھلونے، اب بندوق بنا بھی لی ہے
اور نہ اب بندوق ہماری آلودۂ زنگ رہے گی
تم ہو مُعاذ اور تم ہی مُعوِّذ ــــــ اے شیرو! انھیں گھیرو، یہ بھاگنے نہ پائیں!

سارے کافر ساتھ تمہارے، یہ طاغوتی ہاتھ تمہارے
اپنا سہارا تو قرآں ہے، نصرتِ ربیّ سنگ رہے گی
تم ہو مُعاذ اور تم ہی مُعوِّذ ــــــ اے شیرو! انھیں گھیرو، یہ بھاگنے نہ پائیں!

قرآں میں یہ جب سے پڑھا ہے، شہداء تو زندہ ہوتے ہیں
تب سے ہم نے ٹھان لیا ہے، اپنی یہی اُمنگ رہے گی
تم ہو مُعاذ اور تم ہی مُعوِّذ ــــــ اے شیرو! انھیں گھیرو، یہ بھاگنے نہ پائیں!

اپنا ورثہ تو ہے شہادت، ماؤں نے جو دودھ میں بخشا
مرنے کو تیار ہوئے ہم، اب یہ زمیں خوں رنگ رہے گی
تم ہو مُعاذ اور تم ہی مُعوِّذ ــــــ اے شیرو! انھیں گھیرو، یہ بھاگنے نہ پائیں!

فتح یاب آخر اُجالا ہی ہوگا!

عداوت کوئی جرم ہو تو بتاؤ؟
جَہل سے عداوت رسولوں نے کی تھی
شریعت پہ مبنی اُصولوں پہ کی تھی
اندھیرے کی باغی ہر اک صبحِ امکاں
اندھیرے سے اِس کی عداوت رہے گی
پڑے تلملاؤ!
بغاوت کوئی جرم ہو تو بتاؤ؟

محبت اُجالوں سے جس کو بھی ہوگی
وہ ظلمت کی چادر کو اوڑھے ــــــ تو کیسے؟
جو محشر کی اُمید رکھتا ہو دل میں
سکوتِ شبی وہ نہ توڑے ــــــ تو کیسے؟
بھلے کسمَساؤ!
نہیں، بلکہ بڑھ کر
جہاں تک چلے بس تمہارا تو جاؤ
ہر اک رازِ پرواز چاہے کھرچ دو
اُکھیڑو سبھی بال و پر جو بھی پاؤ

سعادت کی راہوں کو مسدُود کر دو

سرے سے جو کونپل بھی پھوٹے، جلاؤ!

جو سیکھے ہیں

سارے ہنر آزماؤ

مگر یاد رکھنا ______

ہمیں حوصلہ خود قرآں نے دیا ہے!

زمیں پر خلافت کا حقِّ مسلّم

ہمیں خالقِ دو جہاں نے دیا ہے!

اب اتنی خطا پر

شہادت سے بڑھ کر بھی کوئی سزا ہو

ہمیں وہ دِلاؤ!

رہے تم ____

تمہاری تو اوقات کیا ہے؟

تمہارے لئے تو یہی بس سزا ہے

کہ اللہ کے ولیوں پہ گولی چلاؤ!

جہنّم کی گھاٹی میں کوچہ بناؤ!

عزازیل کے دوستو، غم گسارو!

تم اللہ کا نور پھونکوں سے اپنی

بجھانا جو چاہو، بجھا نہ سکو گے

کتابوں میں لکھا اٹل فیصلہ ہے
پریشان ظلمت کا پالا ہی ہوگا
فتح یاب آخر اُجالا ہی ہوگا!

فقط ایک حرفِ دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیؓ آیا کرتے تھے، اُنھیں اپنے بیٹے سے بڑی محبت تھی۔ ایک مرتبہ پوچھنے پر پتہ چلا کہ ان کا وہ بیٹا فوت ہو گیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پُرسہ دیتے ہوئے فرمایا: ((اَلا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِيَ بَاباً مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّهٗ يَنْتَظِرُكَ)) ''کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں کہ جب تم جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے پر پہنچو تو اُسے (پہلے سے) وہاں اپنے انتظار میں موجود پاؤ''۔ محفل میں موجود کسی آدمی نے آپؐ سے پوچھا: یا رسول اللہؐ! یہ (خوش خبری) صرف اِنھیؓ کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں یہ تم سب کے لئے ہے''۔

خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کے بچے وہاں اُن کے منتظر ہوں گے! اور شہداء کے والدین کے تو کیا کہنے؟ یہ چند سطریں شہداء کے ورثاء ہی کے لیے ایک ہدیہ ہیں۔

'ماں'

''اے قرارِ جاں!
تجھے الوداع کہتے ہوئے
مرے پاس کچھ بھی بچا نہیں
بجز ایک حرفِ دُعا کے جو
مرے دل کی تہہ سے ادا ہوا
مرے اشک بن کے ٹپک گیا!

اے قرارِ جاں!

میں کہوں تو کیا؟

تجھے دوں تو کیا؟

جو جواہر و زر و سیم تھے

تری پرورش پہ لگا چکی!

تری تربیت میں کمال ہو

ترے دشمنوں کا زوال ہو

ترے دین میں نہ کمی رہے

تو دُکھی نہ ہو، تو سکھی رہے

اسی جوش میں، اسی خوف سے

میں یہ ہڈیاں بھی گُھلا چکی!

تجھے شہر کی نہ لگے ہوا

میں لہو تک اپنا جلا چکی!

تو چلا ہے راہِ جہاد میں

کہ ملیں گے اب کے معاد میں

اسی سوچ، فکر و خیال میں

تری دُوریوں کے ملال میں

سبھی رنج اپنے بھلا چکی!

مرے ربّ کی راہ میں تو چلا

ترے ساتھ ساتھ مری دعا

کہ ملے تجھے ربّ کی رضا

اَستَودِعُ اللہَ دِینَکَ...

تو سپرد ہے اُسی ذات کے

بجز ایک اتنی سی بات کے

مرے پاس کچھ بھی نہیں بچا!

اے قرارِ جاں!

تجھے دوں تو کیا؟

میں کہوں تو کیا؟''

'بیٹا'

''مری ماں!

مجھے سب یاد ہے

کہ میں جس طرح سے پلا بڑھا

تری گود میں

تری شفقتوں میں ہوا جواں

ترے پاس حرفِ دُعا تو ہے

مرے پاس کچھ بھی نہیں ہے ماں

تجھے میں صلہ ___ کوئی دوں تو کیا؟

یہ فلک کے تارے، یہ آسماں ___

یہ زمین بلکہ سبھی جہاں ___

مجھے ہے خبر مری پیاری ماں!

تری اک دعا کا صلہ نہیں!

تجھے گرچہ مجھ سے گلہ نہیں

مرا قرض پھر بھی چُکا نہیں!

یہی سوچتا

میں نکل پڑا ___

ترے پاؤں میں ہیں جو جنتیں

تو انھی کے قفل کو کھولنے

میں شفاعتوں کی حرص لیے

ترے واسطے

اِسی راستے ___ پہ میں چل پڑا!

میں یہ جانتا ہوں کہ پھر بھی ماں

مرا یہ عمل ___ تری نیکیوں کا نہیں بدل

کہ اگر نہ ہو ___ ترا ایک حرفِ دُعا یہی

مرے ساتھ جو

تو یہ راہ کیسے عبور ہو؟

یہ محاذ تھا کسی اور کا

نہ امیرِ شہر کو ہے خبر، نہ فقیہہِ شہر کا ذوق ہے
یہ محاذ تھا کسی اور کا، یہاں لڑ رہا کوئی اور ہے

رہے پہرا زن مرے شہر کے، تو کبھی کے جا کے وہ سو چکے
مرے مورچوں میں یہ رِیت ہے، یہاں جاگتا کوئی اور ہے

کہیں سنگ ہو، کوئی دشت ہو، کہیں خار ہو، کبھی گشت ہو
اے رہِ چمن تجھے الوداع، مرا راستہ کوئی اور ہے

ہیں مراقبے کہ حکایتیں، یا مراسلے کہ فصاحتیں
یہاں مرض تھا کوئی اور ہی، جو ملی دوا کوئی اور ہے

تھے جو پاس اپنے نقوشِ رہ، زنداں سے تختۂ دار تک
وہ تھما کے ہم نے کہا اُنھیں کہ یہ مرحلہ کوئی اور ہے

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ربّ

اے محمدؐ کے ربّ! مومنوں کے الٰہ! ـــــ اُن کو جنت کے رستے چلا!

جورِ سلطانِ جابر جو سہتے رہے

برملا کلمۂ حق جو کہتے رہے

جب کوئی سوچتا تک نہ تھا ـــــ اُن کو جنت کے رستے چلا!

یہ زمیں جن پہ ساری ہی تنگ ہو گئی

جن کی فرعون والوں سے جنگ ہو گئی

جن کو کوئی جُھکا نہ سکا ـــــ اُن کو جنت کے رستے چلا!

وہ جو دُھوپوں میں پنجروں میں جلتے رہے

وہ جو 'کنٹینروں' میں پگھلتے رہے

جن کی آہ نہ کوئی سُن سکا ـــــ اُن کو جنت کے رستے چلا!

وہ جو کشمیر میں منتظر رہ گئے

سیلِ بغداد میں جن کے گھر بہہ گئے

ہم کو دیتے رہے جو صدا ـــــ اُن کو جنت کے رستے چلا!

جو فلسطیں میں پتھروں سے لڑتے رہے

جن کے اپنے ہی اُن کو پکڑتے رہے

برق کی مثل عدو پر گرا ـــــ اُن کو جنت کے رستے چلا!

دِین مشکل ہوا جن پہ فِلپین میں
جو گھرے برما و روس میں ، چین میں
اُن کو ایماں کی لذّت چکھا_____ اُن کو جنت کے رستے چلا!
تیرے رستے میں جو خرچ کرتے رہیں
آخرت کی تجوری کو بھرتے رہیں
دِیں کی غربت کو دیں جو مٹا_____ اُن کو جنت کے رستے چلا!
جو دلوں کو دلوں سے ملاتے رہیں
جو اُخوت کے نغمے سناتے رہیں
اپنی ملّت کو وحدت بناتے رہیں
جن کی نفرت، محبت جدا_____ اُن کو جنت کے رستے چلا!

شکوۂ دوست

میں ترے گھر میں لگی آگ بجھا ہی دیتا
گر نہ اشکوں پہ مرے، یوں ترا پہرا ہوتا

گو ہرِ علم میں لہروں پہ نچھاور کرتا
تیری چاہت کا سمندر بھی تو گہرا ہوتا

زندگی بیچنی کس مول ہے سُجھا دیتا
تُو کسی شام محاذوں پہ تو ٹھہرا ہوتا

یوں سرِ بزم نہ ٹی وی کا تماشا ہوتا
تیری دہلیز پہ قرآں کا جو پہرا ہوتا

جس تمدّن کے درندے نے پچھاڑا ہے تجھے
گھر ترا اُس کے لیے کاش! کٹہرا ہوتا

قیدی

یہ قیدی فی سبیل اللہ قیدی
بہ رازِ زندگی آگاہ قیدی

یہ دنیا بھر کی خوشیاں چھوڑ آئے
سبھی پیاروں سے رشتے توڑ آئے
فقط ربّ کی محبت ہے سہارا
نہ مستقبل، نہ ظاہر میں کنارا

مگر ایماں کی شمعیں جل رہی ہیں
دُعا کی کشتیاں تو چل رہی ہیں
تلاوت، ذکر ہے جاری لبوں پر
سکینت ایک سی طاری سبھوں پر

ہے تم سے قومِ مسلم اک گزارش
ہمارے خون سے لکّھی نگارش
ادا کر آئے جو تھا فرض ہم پر
جو باقی کام ہے وہ قرض تم پر

کہاں ہیں دانش و افکار والے؟
کہاں ہیں عِلم اور اقدار والے؟
ہم آئے جن کے ارشادات سن کر
عمل کا وقت ہے، یہ بات سن کر

قیادت کوئی تو بڑھ کر سنبھالے
بلادِ دیں سے کافر کو نکالے!

بڑھو جواب دو!

تمہارا دین تم کو پھر بُلا رہا ہے دوستو، بڑھو جواب دو
اللہ اور رسولؐ کی پکار میں ہے زندگی، تو دیر مت کرو
بشر کا ہے کمال یہ، ہے قُربِ ذُوالجلال یہ، اُسی کے ہو رہو
بڑھو ____ بڑھو جواب دو!

فسادِ کفر سے ہے کیوں جہان آج اَٹ گیا؟ کوئی جواز ہے؟
نہ ہوسکی زمین شق، نہ آسمان پھٹ گیا! یہ کیسا راز ہے؟
مداہنت نہ مصلحت! متابعت شریعتِ نبیؐ کی تم کرو
بڑھو ____ بڑھو جواب دو!

صُفوفِ دشمناں پہ برق بن کے جو گرا کرے، عذاب ہو وہ تم
بہارِ دوستاں میں مسکرا کے جو کھلا رہے، گلاب ہو وہ تم
یہی ہے وصفِ مومناں، دعائے اہلِ گلستاں، تم ایسے بن رہو
بڑھو ____ بڑھو جواب دو!

تمہارے دل کا مدّعا نعیمِ جنّتاں رہے، قُصور و حور ہو
تمہارے ذہن میں بسا حرا کی وسعتوں کا اک قدیم نور ہو
نہ مغربی ہواؤں کا کوئی اثر تمہاری فکر اور عمل پہ ہو
بڑھو ____ بڑھو جواب دو!

اے دوستوں کے دوست

چلو کہ اُس کی راہ میں کٹائیں اپنا سر
بڑھو کہ جنتوں میں پھر بنائیں اپنا گھر
یہ جان و دل فدا رہیں تمہارے عزم پر
بپا کرو حُنین یا بپا کرو بدر

اے دوستوں کے دوست، اے جانِ بے خطر
اے دشمنوں پہ حملہ ور، اے سینۂ سِپر

ہے شرطِ حبِّ ربّ تو پیروی رسولؐ کی
ہے اک طرف تبوک اک طرف پکے ثمر
بہ کوثر و تسنیم ہوں گے منتظر جو وہؐ
کٹھن سفر ہے غازیو، مگر ذرا صبر

اے دوستوں کے دوست، اے جانِ بے خطر
اے دشمنوں پہ حملہ ور، اے سینۂ سِپر

یہ وقت کی پکار کہ قدم اُٹھائیں ہم
طویل ہو نہ جائے جنتوں کا یہ سفر
کہ ذوقِ دلبری پہ خود ہی ڈالو اک نظر
نہ غازیوں سے اُنس، نہ محاذ کی خبر

اے دوستوں کے دوست، اے جانِ بے خطر
اے دشمنوں پہ حملہ ور، اے سینۂ سپر

نشیبِ دنیا کے اے اسیرو!

ہیں جنتیں منتظر تمہاری، محاذ تم کو بلا رہا ہے
نشیبِ دنیا کے اے اسیرو! فراز تم کو بلا رہا ہے

سپردگی شرطِ بندگی ہے، یہاں پہ مرنا ہی زندگی ہے
عیاں ہوا اہلِ عشق پر جو، وہ راز تم کو بلا رہا ہے

صدائیں کرب و بلا کی گھاٹی سے گھن گرج کی جو آ رہی ہیں
یہ نغمۂ حورِ جنتّاں ہے، یہ ساز تم کو بلا رہا ہے

اذان ہی دے کے سو نہ جانا، ابھی فلسطین تک ہے جانا
تمہارے مالک کا عفوِ بندہ نواز تم کو بلا رہا ہے

فسونِ باطل کو اب مٹاؤ، عمل کا تازہ جہاں بساؤ
پرے اُفق سے، کوئی بغرضِ نیاز تم کو بلا رہا ہے

دلیل کیا مجھ سے مانگتے ہو، نبیؐ کی اُمّت کا حال دیکھو
قدم گھروں سے نکالنے کا جواز تم کو بلا رہا ہے

یقین

اللہ العالمیں کے اجراور ثواب کی حسین، دلنواز شام کا
یقین ہے، یقین ہے!
سُر ور ورنگ ونور کا
قُصور وتخت وحور کا
کہ بادۂ طہور کا
وہ عدل کے ظہور کا
یقین ہے، یقین ہے، یقین ہے!

یہی یقیں دلیلِ حق
اسی سے سرخیٔ شفق
اسی سے وا درِاُفُق
اسی سے قافلے سبُک
اسی یقیں کے واسطے
ہے معرکہء خیر وشر
بہ تیغ و تیر اور تبر
طویل تر سفر ہے یہ!
ندائے نامہ بر ہے

جو یہ ندا سمجھ چکا
سمجھ کے پھر نہیں رُکا
نہیں رُکا، نہیں رُکا!
تو ظلِ آسمان میں
بھرے پُرے جہان میں
زمیں کی پشت پر وہی ____ ذہین ہے، ذہین ہے!
یقین ہے، یقین ہے، یقین ہے!

اسی یقین کے سائے میں
حنین و بدر تھے سجے
اسی یقیں کے سامنے
فراعنہ بھی زیر تھے
اسی یقین کے لئے
رسولِ ذی وقار نے
صَفا سے لے کے تا اُحد
قدم قدم پہ غم سہا
اُسامہ ابنِ زیدؓ کو
دمِ سفر وداع کہا!
نواسہء رسولؐ کا

سرِ فرات خوں بہا

اسی یقین کے سبب

کہیں کہیں تو یوں ہوا ______

کبھی بغیر جنگ کے

یروشلم فتح ہوا

کسی نے ساحلوں پہ کشتیوں کو لا جلا دیا

اسی یقین کو لئے

کئی شہید ہو گئے

ہیں رونقِ بہشت یہ

قریب ربّ سے ہو گئے

یقیں کی ہے سرِ شُت یہ

یقیں کی سرحدوں پہ ہی

لِقائے ربِّ ذوالجلال و خالقِ متین ہے!

یقین ہے، یقین ہے، یقین ہے!

یہی یقین آج بھی

برائے اُمّتِ نبیؐ

ہے وہُن کا علاج بھی

یہی دلیلِ راہ بھی

اسی یقین کو لئے

بحقِ لاالٰہ ــــــــ بڑھو

وہی الٰہ اب بھی ہے

جو خشک و تر کا ربّ بھی ہے

اگرچہ شب مہیب ہے

وہ جاں سے بھی قریب ہے

غمیں نہ ہو کہ یہ صدا

جو آیۂ مبین ہے

سنا رہی ہے اک خبر

مجاہدوں کی ہے ظفر

کہ مومنوں کے نام ہی وراثتِ زمین ہے!

یقین ہے، یقین ہے، یقین ہے!

سقوطِ کابل

۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء جب ملّتِ اسلامیہ کا ایک طبقہ امریکہ کی صلیبی یلغار کا حصہ بن گیا اور افغانستان کی اسلامی امارت کے خاتمے کے ساتھ ہی مسلم ممالک پر کفّار کے عملی قبضے کے ایک نئے تاریک باب کا آغاز ہو گیا!

تم جو بے چارگی کی حدوں سے پرے
بے ضمیری کے قدموں کو چُھونے لگے
جب لٹیرے دریچوں تلک آ گئے
تم نے بھائیوں کی گردن کو آگے کیا
اپنے 'بُوٹوں' پہ گرد آ نہ جائے کہیں
آنچلوں کو دوپٹّوں کو صافی کیا!
تم یہ کہتے ہو 'چوائس' بچی ہی نہ تھی
میں یہ کہتا ہوں 'چوائس' کبھی بھی نہ تھی!
(بیچ ایمان اور کفر کے، کوئی 'چوائس' بھی ہے؟)

اے بھلے مانسو!
رک کے سوچو ذرا!
بابِ تاریخ میں ہم نے اکثر پڑھا
قوم کی زندگی میں کسی موڑ پر

ایسے لمحے کئی آ چکے بار ہا

جب کہیں کوئی 'چوائس' بھی بچتی نہیں!

جیسے گھر میں تمہارے جوڈا کو گھسیں

اور تم کو سرِ باب 'آرڈر' یہ دیں

''اک ذرا ہٹ رہو

(ساتھ بلکہ، ہمارا ہی دو!)

ہم نے اِس گھر کو تاراج کرنا ہے اب

آنچلوں کو بھی ہاں ___ نوچ ڈالیں گے ہم

جس کو چاہیں گے اُس کو اُٹھا لیں گے ہم''

نوکِ خنجر پہ ہی پھر وہ تم سے کہیں

ایک لمحہ بچا ہے کہ 'چوائس' کرو

''تم ___ یا گھر یہ تمہارا ___ ذرا سوچ لو!''

پھر بتاؤ مجھے ___ اے کہ دانشورو!

اپنے بھائیوں کی گردن

بہن کی ردا

اپنے قاتل کو تم پیش کر دو گے کیا؟

ذلتوں کے عوض ___ اپنی جاں کی اماں

اتنے گھاٹے کی 'چوائس' بھی کر لو گے کیا؟

جب حضرتِ عیسیٰؑ آئیں گے!

تکمیلِ جہادِ حق کے لئے جب حضرتِ عیسیٰؑ آئیں گے
اللہ کے لئے لڑنے والے، اللہ کی زمیں پر چھائیں گے
اک حاکمِ عادل دنیا کی مسند کو میسر آئے گا
دجّال کے دھوکے میں آنے والے اُس دم پچھتائیں گے
احمدؐ ہی نبیؑ خاتم ہیں، اب اور شریعت کوئی نہیں
ابنِ مریمؑ جب اتریں گے، یہ راز سبھی پا جائیں گے
کچھ وقت و ہنر، کچھ خونِ جگر، اِن راہوں میں قربان تو ہو
تا وقتِ نزولِ عیسیٰؑ ہم، اُس لشکر میں مل جائیں گے
اللہ کی راہ میں جو نکلے اُن سے تو یہ دوری ٹھیک نہیں
اس طور ہے ڈر روزِ محشر وہ ہم پہ گواہ بن جائیں گے
اے اہلِ حرم! توبہ کر لو، اُس صبح کی تجلّی سے پہلے
جب غرب سے سورج نکلے گا، دروازے بند ہو جائیں گے
ہم تم ہی سمیٹیں گے جا کے، جو کچھ بھی گنوائیں گے یاں پہ
پھر مالکِ جاں سے بُخل یہ کیا؟ آخر کو وہیں تو جائیں گے
جب آٹھوں در کھل جائیں گے، جنت کو سجایا جائے گا
کس شان سے صدّیقِ اکبرؓ ہر در سے بلائے جائیں گے

یومِ تفریق

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء جب ۱۹ مخلص مجاہدین نے اپنے شہیدی حملوں سے، صلیبیوں کے سب سے بڑے عسکری اور معاشی قلعوں کو برباد کر دیا اور رہتی دنیا تک کے لیے یہ پیغام چھوڑ دیا کہ اس آسمان کے نیچے کسی کو 'سُپر' کہلانے کا کوئی حق نہیں! ﴿فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (المائدة۵:۶۸) ''پس ان کافروں کے حال پر کچھ افسوس نہ کرو''۔

قاتلو!

ہاں تمھیں ہو نا وہ

جس نے برسوں تلک

میرے بغداد اور اس کے اطراف میں

میری مظلوم ملّت کے اک دو نہیں ______

پورے دس لاکھ بچوں کا مثلہ کیا!

ماؤں کی جھولیوں سے انھیں کھینچ کر

بھوک اور مرض کے جال میں بھینچ کر

کُند چھریوں سے اُن کو ذبح کر دیا!

کافرو!

پھر تمھیں ہو نا وہ!

جس نے تیمور و کشمیر و شیشان میں

جس نے فلپین و صومال و سوڈان میں
میرے ایک ایک قاتل کو پُرسہ دیا!
نیل کے ساحلوں سے ملایا تلک
ردِّ اسلام کی جو بھی سازش ہوئی
سرپرستی تمہاری ہی اس میں رہی!
اور کسی نے نہیں ____
میری اقصیٰ کو تاراج تم نے کیا
میرے کعبے کو گھیرے میں تم نے لیا
وہ جزیرہ عرب کا جہاں پر کبھی
اترا کرتے تھے جبریلؑ لے کر وحی
اُس کی حرمت کو پامال تم نے کیا
سرزمینِ حرم وہ دیارِ نبیؐ
جس سے لشکر نکلتے تھے اسلام کے
اپنے ناپاک قدموں سے روندا اُسے
اس کے پانی پہ، خشکی پہ قبضہ کیا!
پوری امّت کو نرغے میں ایسے لیا ____
اس کے اڈوں سے اُڑ اُڑ کے چاروں طرف
تم نے ہی 'ٹام ہاک' اور 'ڈیزی کٹر'
ہم پہ برسائے دن رات، شام وسحر!

ہم پہ یورانیم کو جو بارش رہی
وہ تمہارے ہی دستِ ستم سے گری!
یہ تمہیں تھے کہ جن کی ہوس کی نذر
کتنی معصوم کلیوں کے دامن ہوئے
کتنے سجدہ گُناں تھے کہ جن کے بدن
آن کی آن میں چیتھڑے بن گئے
یہ تمہارا ستم در ستم دیکھ کر
چیخنے تک کی نہ تھی اجازت مگر
پھر بھی چپ سادھ کر
ہم سسکتے، بلکتے، تڑپتے رہے!
ہاتھ پر ہاتھ رکھے یونہی بے سبب
آسمانی مدد کو ترستے رہے!
خود پہ ہنستے رہے!
ذلتوں کا یہ زہراب پیتے رہے
روز مرتے رہے روز جیتے رہے!

اب مگر قاتلو!
انتہا ہو گئی
امن کی لوریاں سُن چکے ہم بہت

وہ کہانی گئی، وہ فسانہ گیا، ہر بہانہ گیا!

ہاتھ پر ہاتھ رکھے یونہی بے سبب

آسماں دیکھنے کا زمانہ گیا!

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ کی سِناں تھام کر

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ کا علَم گاڑھ کر

دامنِ ہندوکش میں وہ برسوں تلک

ہم نے اَلْحَمْد سے لے کر وَالنَّاس تک

جو بھی کچھ ہے پڑھا، وہ بھلایا نہیں!

ہم پر روئیں ہماری ہی مائیں سدا

ہم نے تم کو اگر ____ خوں رُلایا نہیں!

روند کر اہلِ ایمان کی بستیاں

کیسی جنت بسانے کے خوابوں میں ہو؟؟؟

یہ تو ممکن نہیں عیش سے تم رہو

اور ملّت ہماری عذابوں میں ہو!

منتظر اب رہو!

ہاتھی والو! ____ ذرا آسمانوں میں لکّھے نوِشتے پڑھو

بڑھ رہے ہیں تمہارے قلعوں کی طرف

موت کے کچھ بگولے، کچھ آتش فشاں

جرأتوں کے دھنی، ہمتوں کے نشاں

کچھ ابابیل ایسے شہیدی جواں!

لو تباہی کا اپنی تماشہ کرو!

عمر باقی ہے جو

زخم دھوتے رہو!

خود پہ روتے رہو

ظالموں پر نہ افسوس کوئی کرے

قاتلوں پر نہ آہیں کوئی بھی بھرے

جن کو مٹّی کا پیوند ربّ نے کیا

جو ہو مومن _____ انھیں آج پُرسہ نہ دے!

بہت آسان رستہ تھا!

محمد عطا شہید، ایک ہواباز مجاہد جس نے اللہ کی نصرت سے طاغوتِ اکبر کو گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کا دن دکھایا۔ ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الأنعام: ۴۵)
’’پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے‘‘۔

بہت آسان رستہ تھا!
فقط اک عزم مشکل تھا
جو توفیقِ دُعا سے ربّ نے مجھ پہ سہل کر ڈالا
پھر اِس کے بعد اتنا تھا ______
کچھ اچھے لوگ نکلے جا رہے تھے
اپنی بستی سے
اُنھیں کے ساتھ ہو کے میں نے بھی
پہلے پہل ____
اِس راہ کو سمجھا!
محاذوں کی خبر لی
اسلحہ تھاما ____
یونہی اُڑتا اُڑاتا
میں بھی جنت کو نکل آیا!

حرم کی ابابیلیں!

ابابیلیں ہیں ہم
بس اس قدر ہی فرض ہے ہم پر
کوئی کنکر
کوئی پتھر
ذرا ان ہاتھیوں کے لشکروں پر پھینک دیں اور پھر ______
اُفق کے پار جا پہنچیں
جہاں ساروں کو جانا ہے
حساب اپنا چکانا ہے!
ہمیں لیکن ____
محض زخمِ جگر اپنا دکھانا ہے
پھر اُس کے بعد کی دنیا کا ہر منظر سہانا ہے!

اگر دنیا کو ہم سے شہسواروں کی ضرورت اب نہیں باقی
ہمیں بھی تو یہاں کے مرغزاروں کی نہیں حاجت!
اندھیری رات ہم سے روشنی لینا نہ گر چاہے
ہم اپنے چاند تاروں کو لئے
اپنی نئی دنیا سجا لیں گے!
کسی قندیلِ زیرِ عرش میں جا کر
ہم اپنا گھر بسا لیں گے!

مگر پابند ہیں جب امرِ ربیّ کے ______
تو یہ سب اُس سمے ہوگا
قضا جب لینے آئے گی
رضائے حق ہمیں بڑھ کر
گلے سے جا لگائے گی!
سحر کے دھندلکوں میں جب
نمازِ صبح کھڑی ہوگی
مری سجدے کی اک خواہش
کسی مسجد کی چوکھٹ پر

دریدہ دل، شکستہ جاں پڑی ہوگی

کہ جنگِ نو چھڑی ہوگی! ______

اِس اپنی کِشتِ ویراں میں

کئی میداں سجے ہوں گے

اگرچہ ہم نہیں ہوں گے

نئے چہرے اُگے ہوں گے

یہ بازو کم نہیں ہوں گے

نئی آنکھوں کی خاطر راستے مبہم نہیں ہوں گے!

کئی قسّامؒ

اور عزّامؒ و رنتیسیؒ

کئی یحییٰ عیاشؒ ایسے بطل

اس اپنی اُمّت کو میسّر آ ہی جائیں گے!

بھلے تاریخ کا کاتب

شکست و فتح کے اِس آتشیں رنگیں فسانے کو

کہیں دجّال و عیسیٰؑ کے زمانے تک بھی لے جائے

تو نسلوں کے تسلسل میں

رہِ اسلاف پہ چل کے

اِنھی جذبات کو لے کے

یہ دیوانے (نہیں بلکہ زمانے بھر کے فرزانے!)
نشانِ راہ پائیں گے
یونہی چلتے یہ جائیں گے
وہ دعوت، جس کو لے کر آئے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ
وہ جس وعدے کے غم میں گھومتے تھے نوحؑ اور عیسیٰؑ
اُسی انذار کی خاطر
اسی تبشیر کی بابت
رہِ تبلیغ میں وہ لوگ ہر اک سمت جائیں گے
جہانِ نو بسائیں گے!

اگر دنیا کو ہم سے شہسواروں کی ضرورت اب نہیں باقی
ہمیں بھی تو فنا کی اِن بہاروں کی ضرورت اب نہیں باقی
ہمیں جانا ہے کوثر تک ـــــــ جہاں پر منتظر ہوگا
اس اپنے خانۂ دل کا کوئی مہماںؐ، کوئی ساقیؐ!

نشانوں پر نگاہ رکھنا!

نشانوں پر نگاہ رکھنا تو گھوڑوں کو سُدھا رکھنا
اُنھیں دہشت زدہ رکھنا یہ مطلوبِ شریعت ہے

جہاں تک بس چلے طاقت کو، قوت کو جمع رکھنا
کہ جنت کی طمع رکھنا، یہی اس جاں کی قیمت ہے

خبر اُن کی ہر اک مرصد پہ، ہر اک گھات پر رکھنا
عدو سے آگہی رکھنا مجاہد کی بصیرت ہے

ہُنر بارُود کا سیکھو، مزہ ایمان کا چکھو
کہ ذوقِ اسلحہ رکھو، یہی مومن کی زینت ہے

وہ دہشت گرد کہہ کے تم کو حق سے موڑنا چاہیں
تم اُن کی گردنیں مارو یہ قرآں کی نصیحت ہے

اگر اب بھی نہ تم اُٹّھے تو کوئی اور اُٹّھے گا
کبھی بدلی نہیں جاتی، یہ میرے ربّ کی سُنّت ہے

تمھاری صورت وسیرت پہ جو مغرب کا غازہ ہے
یہ 'میکالے' کے مکتب سے ہوا تم کو ودیعت ہے

محبت کھینچتی ہے شورشِ طوفاں میں کشتی کو
خِرد کہتی ہے لیکن ٹھہر جا تیری ضرورت ہے

حرم سے یہ صدا آئی یہ کیسی اشک آرائی
مرے اسلام کو خوں دو، اگر کچھ بھی حمیّت ہے

ہر اک غازی کو اے مولیٰ! امام المتّقیں کر دے
ہمیشہ متّقی کے ساتھ جو تیری معیّت ہے

غمِ شب گرفتہ

جو شکستہ نہ ہو، ایسا گھر چاہیے
مالکِ دو جہاں! تیرا در چاہیے

کتنی آنکھیں ہیں روشن مرے شہر میں
شکوۂ اہلِ دل ہے ''نظر چاہیے''

کتنے پروانے جلنے کو تیار تھے
شمعِ محفل میں بھی کچھ شرر چاہیے

اتنے قائد ہیں پھر بھی ہیں ویراں شہر
بستیوں کو کوئی ''راہبر'' چاہیے

کاش! جلسے میں آنکھیں بہیں، دل کٹیں
آخرت کا کچھ ایسا ذکر چاہیے

ہے یہ جمہوریت، پھر عجب کیا اگر
اکثریت ہی کہہ دے کہ شر چاہیے

نیکی دریا میں ڈالی ہے، آدھی مگر!
کچھ اجر چاہیے، کچھ خبر چاہیے

یوں پسینہ بہانے کا کیا فائدہ
نخلِ اسلام کو خوں اگر چاہیے

اپنے ماں باپ تک کی نہ پہچان دے
ایسی تہذیب کا ہم کو سر چاہیے

لاکھ کوشش سہی، ساری محنت بجا
اُس کی رحمت کی بس اک نظر چاہیے

جس نے اللہ والوں کو تکلیف دی
اس کی خوشیوں کا دیکھا حشر چاہیے

حمد لکھتا تو کیسے؟ شجر چاہیے
روشنائی نہیں اک بحر چاہیے

پیامِ خطّاب

سرزمینِ حجاز کا نوجوان سپہ سالار سیف الاسلام خطابؒ جو پہلے افغانستان کا غازی اور پھر کوہ قاف کا شہزادہ بنا اور بالآخر وہیں لیلائے شہادت سے جاملا۔

زندگی قیمتی یقیناً ہے
اتنی ارزاں یہ نہیں ہے کہ اسے
دل کی انجان خواہشوں کے لیے
بیچ دوں
وقفِ زمانہ کردوں!

زندگی تو متاع ہے، بخشش ہے
یہ تو اُس ذات کی امانت ہے
جو بڑا صاحبِ متانت ہے
جس نے وعدے کیے ہیں جنت کے
جس کے وعدے سدا ہی سچّے ہیں!

زندگی کے اس اک جزیرے میں
جو بھی دنیا کے لوگ رہتے ہیں
بیشتر ایک بات کہتے ہیں

'سب یہاں غرض ہی کے بندے ہیں'

میں یہ کہتا ہوں ٹھیک ہے لیکن

غرض میں بھی تو اک 'اضافت' ہے

'غرضِ دنیا' اگر ہے شے کوئی

'غرضِ عقبیٰ' بھی اک حقیقت ہے!

ایک وہ غرض پکھیرو بھی جس پہ پلتے ہیں

ایک یہ غرض جڑوں سے جس کی

چشمے ایثار کے اُبلتے ہیں!

میں بھی اِس غرض کا غلام ہوا

یہ مرا عہدِ جوانی ہے جو ___ نیلام ہوا

مرا مرنا، مرا جینا ___ کسی کے نام ہوا!

زندگی قیمتی یقیناً ہے

دین سے قیمتی نہیں لیکن!

ہم نے اس اُمّت کے کل پر قرباں اپنا آج کیا

عشق کا وعدہ ہم نے پورا اے ربِّ غفّار کیا
قرآں کو آنکھوں میں بسایا، احمدؐ کو سالار کیا
پیش کیے ہر ایک نے دعوے ہم نے مگر کردار کیا
تیرے وجہِ کریم کی خاطر کفر پہ کاری وار کیا
اک تھا خزینۂ جاں سو اُس کو تیری راہ میں باج کیا
ہم نے اس اُمّت کے کل پر قرباں اپنا آج کیا

آگ کے صحرا سے ہم گزرے، خوں کے سمندر پاٹے تھے
ایک اِس شام کی خاطر کتنے دن گن گن کر کاٹے تھے
ربّ کی یاد سے دل تھے روشن، ظاہر میں سنّاٹے تھے
ایک اک ضرب پہ کفر نے پہروں زخم پھر اپنے چاٹے تھے
ہم نے شکوہِ کفر کے جھوٹے لشکر کو تاراج کیا
ہم نے اس اُمّت کے کل پر قرباں اپنا آج کیا

ایماں کی تلواریں تھامیں، تقویٰ کا سامان لیا
ماؤں کی فریاد سُنی اور فرضِ مقدّم جان لیا
اُمّت کی بہنوں نے ہم کو ابنِ قاسم مان لیا
ہر وہ دیس آزاد کرانا دیوانوں نے ٹھان لیا

اک دن بھی جس دھرتی پر مسلم اُمّت نے راج کیا
ہم نے اس اُمّت کے کل پر قرباں اپنا آج کیا

عشقِ نبیؐ کے جام پلانا اُلفت کا انداز رہا
بر سرِ مقتل نذرِ تمنّا دل کا سوز و ساز رہا
شام وسحر اس سودائے جاں پر حق سے راز و نیاز رہا
اور پھر مٹی میں رُل جانا سب سے بڑا اعزاز رہا
زندہ رہنے کی خواہش نے مرنے کا محتاج کیا
ہم نے اس اُمّت کے کل پر قرباں اپنا آج کیا

اس طوفان کی تہہ میں ہم نے دُرِّسکینت پایا تھا
جان سے گزرے تھے جس دم، ایماں کا مزہ تب آیا تھا
کڑوی کسیلی دھوپ سے آگے ٹھنڈا میٹھا سایہ تھا
کیا بتلائیں جب مالک نے جامِ طہُور پلایا تھا
کٹے سروں کو ربّ نے عطا پھر ایک وقار کا تاج کیا
ہم نے اس اُمّت کے کل پر قرباں اپنا آج کیا

شہید عبدالباسطؒ

وادیٔ کشمیر کا نوجوان شہید عبدالباسطؒ جس کا کردار آنے والی نسلوں کے لئے ایک مثال بن کر جگمگاتا رہے گا۔ وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ لَا نُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا.

اک ستارہ تھا میں

کہکشاں ہو گیا

حبِّ یزداں کا اک استعارہ تھا میں

داستاں ہو گیا!

میرا نامۂ اعمال سمجھو ذرا ____ روشنی ہی تو ہے

میرا لاشۂ پامال دیکھو بھلا ____ زندگی ہی تو ہے

ہاں یہی زندگی ہے مرے دوستو!

میں نے سوچا تھا یہ

گر نہ دینِ مبیں پر یہ ہوتی فدا

اور کس کام آنی تھی یہ زندگی؟

اور پھر یہ ہوا

قیدِ دنیا سے جب میں نکلنے لگا

بندگی کا سفر جب میں طے کر چکا

میں نے دھیرے سے یہ ساتھیوں سے کہا

''میں شہید اب ہوا''

پھر گواہی کا کلمہ زباں پر مری

لمحۂ واپسیں خود رواں ہو گیا

اک ستارہ تھا میں

کہکشاں ہو گیا

میرا اندازِ پاسِ وفا یہ رہا

طاقِ دل پہ سدا

شوقِ جنت کی شمع فروزاں رہی

دل تو دل ہی تھا، زخم اِس نے کھانے ہی تھے

روح لیکن مری پھر بھی شاداں رہی

میرے مالک نے مجھ کو بھری بزم میں

اس طرح سے چُنا

غازیوں کی طویل ایک فہرست میں

فرطِ رحمت سے روشن نشاں کر دیا

نورِ قرآں کو میرا بیاں کر دیا

حبِ احمدؐ میں رطب اللِّساں کر دیا

پیکرِ خاک تھا

خاک میں جب مِلا

رحمتِ حق تعالیٰ سے مسکن مرا آسماں ہو گیا

اک ستارہ تھا میں

کہکشاں ہو گیا

دوستو، غازیو!

عشق کی ایک ہی جست میں

میں نے چودہ قرن کی مسافت کو طے اس طرح سے کیا

دل میں طائف کا منظر بسا جب لیا

خُلق میرا نسیمِ سحر ہو گیا

اور بدر و اُحد کا سبق جب پڑھا

عزم قطرہ تھا میرا ـــــ بحر ہو گیا

میں نے اسلاف کی ہر نشانی کے مٹنے کے اس دور میں

اجنبیت کے پرچم کو اُونچا کیا

میں نے حقّ وصداقت کے روشن دیے

خونِ دل سے بھرے

دل وہ جس میں ہمیشہ سے چاہت رہی

ہر کسی کے لیے

لب وہ جن پر سدا مسکراہٹ رہی

ہر شناسا، ہر اک اجنبی کے لیے!

اس طرح بھی ہوا ____
حلقۂ دوستاں میں کسی طور بھی
وسعتِ قلب کی جب کمی ہوگئی
دامنِ دل وہاں اپنا پھیلا دیا
سب کو بتلا دیا
حق کی راہوں میں مرنا تو آسان ہے
جینا مشکل ہے ____ جی کر بھی دکھلا دیا!
میرے کردار کا
میرے اخلاص کا
ایک اک نقشِ پا
صدقۂ جاریہ
عشق راہوں میں یوں جاوداں ہوگیا
اک ستارہ تھا میں
کہکشاں ہوگیا

جب محبت کی تاریخ لکھی جائے گی
قافلۂ حجازِ مقدّس کا جب تذکرہ آئے گا
عاشقانِ حبیبِ جہاںؐ میں ____ وہاں
میرا نام آئے گا

پھر صحیفے جو محنت کے ہوں گے نشر
اِن جہادی فضاؤں میں گزرا ہوا
میری غربت کا، عُسرت کا ایک ایک پل
میرے کام آئے گا!

ساتھیو! زخم سینے پہ کھاتے چلو
ربّ سے ملنا ہے تو ـــــــ مسکراتے چلو!
حُبِّ احمدؐ کی شمع جلاتے چلو
تم نے سیکھا ہے جو کچھ سکھاتے چلو
یوں تمہارے لئے بھی ہماری طرح
شوق کی راہ کا وہ مقام آئے گا
حوضِ کوثر پہ جب اُنؐ کی سرکار سے
ہاں بڑے پیار سے ـــــــ
پھر حلاوت بھرا ایک جام آئے گا
خالقِ دو جہاں کا انعام آئے گا!

خموشی کی زباں سے

خموشی کی زباں سے

اُس نے اک دن

یہ کہا مجھ سے

کہ زادِ راہ میں شامل

خلوصِ دل بھی کر لینا

کہ یہ توشہ

ہر اُس غازی کے ہاتھوں پر ثمر انمول رکھتا ہے

جو ہر گفتار سے پہلے

عدو پر وار سے پہلے

ترازو میں عدل کی

ہر عمل کو تول رکھتا ہے!

ہمیشہ اپنے ہونٹوں پر جو میٹھے بول رکھتا ہے

کہ یہ رستہ نہیں اُس کا ـــــــــــ

قرآں کے نور سے جس کا ذہن اور قلب عاری ہو

دیانت جس سے نالاں ہو

صداقت جس پر بھاری ہو

جو اپنی شخصیت کے گرد ____ انا کا خول رکھتا ہے
کوئی اخلاق نہ اسوہ
فقط پستول رکھتا ہے

خموشی کی زباں سے
اُس نے اک دن
یہ کہا مجھ سے

یادِ شہداء

غیرتِ دین سے مجبور مہاجر کوئی
اپنے انصار کی بستی میں اُتر جاتا ہے
اتنی بیگانگی! تو خواب میں نہ دیکھی تھی
اپنے من میں وہ یہی سوچتا رہ جاتا ہے
اُن کے دعووں کی بلندی کو ماپتا ہے اگر
اِس کا پیمانہ ستاروں سے سِوا جاتا ہے
اُن کے رکتے ہوئے قدموں کو دیکھ کر لیکن
ایک شکوہ لبِ گویا پہ ہی رُک جاتا ہے
یوں کسی شام وہ تنہائی کی کشتی لے کر
یادِ شہداء کے سمندر میں اُتر جاتا ہے
جن کے اخلاص و عبادت کے تصور سے فقط
اِس کے ایمان میں طوفاں سا مچل جاتا ہے
اور اک سیلِ رواں چشمِ تحیّر سے نکل
ساحلِ درد کی آغوش میں تھم جاتا ہے

اے مرے ہاجرِ جاں باز! ذرا صبر کہ پھر
نَصرِ ربّ ساتھ لیے، فتح کا دن آتا ہے!

برف کی فصیل!

چنار کی زمینِ پُر بہار کے
حسین زعفران زار چھوڑ کے
میں 'شاردا' سے اُس پرے
جو راہِ شوق پر ڈھلا
تو برف کی فصیل پہ
محض نقوشِ پا نہیں ____
میں پاؤں چھوڑ کر چلا!

مرے لبوں پہ دیکھ کر
تبسّمِ بہار کا طلسم، یہ نہ سوچنا ____ خوشی کے یہ گلاب ہیں
یہ غم کا اکتساب ہیں!
یہ عزم کا نصاب ہیں
جبینِ عقل پر پڑی شکن کا اک جواب ہیں!
مگر یہ ذہن میں رہے
یہ نوحۂ الم نہیں
جلے گھروں کا غم نہیں!
کٹے سروں کا غم نہیں!

اگر ہے غم، بس ایک ہے

کہ دور ہوں رہِ سرورو شوق سے!

کہ اُس کتابِ عشق کا

(رقم جو آج ہو رہی ہے وادیٔ جہاد میں)

جو باب میرے نام تھا

ابھی رقم نہیں ہوا!

مگر اے میرے ساتھیو!

نقوشِ پا کو دیکھ کر تمہیں کہیں گماں نہ ہو

کہ فاصلہ سمٹ گیا، سفر کا شوق گھٹ گیا ____

قدم جو رُک گئے تو کیا؟

نظر تو تھم نہیں گئی!

علَم ابھی بلند ہے

علَم ہے جس بھی ہاتھ میں ____ وہی تو میرا ہاتھ ہے!

قدم ہے جو رکاب میں ____ مرا قدم وہی تو ہے!

فِگار اپنی انگلیاں

ڈبو کے اپنے خون میں

بنا رہا ہوں میں نقوشِ عسکری

'یہ قوس ہے غنیم کی

نشانِ میسرہ ہے یہ

یہ نقطۂ سپاہ ہے
وہ ساتھیوں کی راہ ہے،
ہر ایک زاویہ مری نگاہ سے قریب تر!
بساطِ جنگ دیکھ کر ____ عجیب کشمکش میں ہوں
کبھی دعائے دوستاں
کبھی خیالِ جنتاں
کبھی نگاہِ شوق سے چنوں اجر کی کھیتیاں
نقوشِ عسکری لئے
تلاشتا ہوں یوں رضا کے راستے!

مجھے خبر ہے دوستو!
سعادتوں کی راہ میں
شہادتوں کی چاہ کا
سفر بڑا طویل ہے
ہر ایک نقشِ پا کے بعد برف کی فصیل ہے!
مگر مری کتاب میں تو صبر سنگِ میل ہے
کہ میرا مُنتہا جو ہے ____
مری امّید کا محل ____
تمہارے کُل جہان سے ____ حسین ہے، جمیل ہے!

فلوجہ ____ ۲۷رمضان ۱۴۲۵ھ

جب فرعونیوں کی بمباری اور حملے سے فلوجہ (عراق) کی ۱۲۰ میں سے ۶۰ سے زائد مساجد شہید کر دی گئیں اور شہر اپنے ہزاروں مکینوں سمیت کھنڈر بن گیا۔

وہ ستائیسویں شب تھی، حرم میں رو رہے تھے ہم
مساجد کے زخم اشکوں سے اپنے، دھو رہے تھے ہم
فلوجہ جل رہا تھا، جل رہا تھا____ سو رہے تھے ہم

گھروں میں آگ تھی، فولاد تھا، گولے جو پھٹتے تھے
درندے ہر طرف معصوم بچوں پر جھپٹتے تھے
چمن شعلہ فشاں تھے اور زمیں سے آگ اُگتی تھی
مگن کھیتوں میں لیکن بیج اپنے بو رہے تھے ہم
فلوجہ جل رہا تھا، جل رہا تھا____ سو رہے تھے ہم

پڑیں دشمن کی توپوں میں بھی کیڑے، سوچتے ہم تھے
فرعونی لشکروں پر اتنے برہم ہو رہے تھے ہم
فلوجہ جل رہا تھا، جل رہا تھا____ سو رہے تھے ہم

پھر آخر عید بھی آئی مرے اِس شہرِ ویراں میں
مگراس حال میں آئی ـــــ نہ پانی تھا، نہ ٹکڑے تھے
سروں پر چادریں تھیں نہ کفن، نہ تن پہ کپڑے تھے
نئے جوڑوں میں پر ملبوس پھر بھی ہو رہے تھے ہم
فلوجہ جل رہا تھا، جل چکا تھا ـــــ سو رہے تھے ہم

اُمّتِ مسلمہ!

مصلحت کی نقابیں اُتارو بھی اب، کفر کو کفر کہہ کر پکارو بھی اب
حَرِّضِ الْمُؤْمِنِین، حَرِّضِ الْمُؤْمِنِین، جنگ پر مومنوں کو اُبھارو بھی اب

کفر خود کہہ رہا ہے ''صلیبی'' ہے وہ، اِس پہ طُرّہ ''خدا کا قریبی'' ہے وہ
اے صلاح الدّین ایوّبی بڑھو، مار دشمن کو پہلی سی مارو بھی اب

غفلتوں کی بہت نیند تم سو چکے، ایک اک کر کے کتنے قلعے کھو چکے
حفظِ دینِ محمدؐ کی خاطر اُٹھو، مورچوں کی طرف بس سِدھارو بھی اب

تم سے ہرگز وہ راضی نہ ہوں گے کبھی، جب تلک نہ کرو اُن کی تم پیروی
تم کو ربِّ تعالیٰ کا ہے واسطہ، اپنی زرہوں کی کڑیاں سنوارو بھی اب

عِینہ * و زَرع و ذلّت کا در چھوڑ کر، لوٹنا تم جو چاہو اگر دین پر
اپنی تلوارِ بتّار کو تیر کو، ٹھیک اپنے نشانے پہ مارو بھی اب

آج قانونِ کافر ہے حُکمِ جہاں، دین کی ہے اِقامت کا پھر امتحاں
تج کے آئینِ اقوامِ متحدہ، بس شریعت! شریعت ! پکارو بھی اب

* عِینہ : ایک سودی کاروبار

اقوام متحدہ اور بین الاقوامی جمہوریت

آؤ مل کے یہ ساری زمیں بانٹ لیں
تا کہ جمہور دنیا میں جتنے بھی ہیں
ہم میں اپنی پسند کے خدا چھانٹ لیں!

آؤ بیٹھیں سبھی ایک چھت کے تلے
سب برے اور بھلے
تا کہ بندہ و آقا کا ہرگز کسی کو پتہ نہ چلے!
ایک جیسے دِکھیں ___ فرق باقی نہ ہو
مے کدہ تو سجے ___ کوئی ساقی نہ ہو
اک نیا دور ہو، جامِ بے شور ہو
مل کے سارے پئیں
سب مزے سے جئیں
آؤ دنیا کو ایک ایسی تہذیب دیں
تا کہ ساروں کے ہی غم غلط ہو سکیں!

تا کہ ساروں کے ہی غم غلط ہو سکیں!
کیوں نہ آزادیوں کو نئی شان دیں

آؤ انساں کو آئینِ انسان دیں

تا کہ جتنے ہیں یہ

ایک سے ہو رہیں

برتری کا کوئی بھی حوالہ نہ ہو

کوئی بے دین یا دین والا نہ ہو

آؤ ایسی شریعت کو نافذ کریں

تا کہ انساں کو انساں کی پہچان دیں!

تا کہ انساں کو انساں کی پہچان دیں!

آؤ ہم آگہی کا اجالا کریں

آؤ جمہور کا بول بالا کریں

تا کہ جتنے ہیں یہ

ہم اِنھیں جان لیں

یہ ہمیں مان لیں!

ہم کہ انسان ہیں گو ____ خوش ادا بھی تو ہیں

ساحلوں پر سہی ____ ناخدا بھی تو ہیں!

امن کی کشتیاں ____ دُور و نزدیک میں بھیجتے ہیں ہمیں

اپنے نوٹوں سے ہم ____ قحط والوں کو روٹی کھلاتے بھی ہیں

اپنے ووٹوں سے ہم ____ حریّت (جس کو چاہیں) دلاتے بھی ہیں!

اپنے ویٹو سے ہم ـــــــ مارتے ہیں کسی کو جِلاتے بھی ہیں

ناخدا ہی نہیں ـــــــ ہم خدا بھی تو ہیں!

کچھ نہ کچھ دوسروں سے جدا بھی تو ہیں

گرچہ اُترے ہیں انسان کے روپ میں

اس کڑی دھوپ میں

ہم بڑی دور سے

چرخِ جمہور سے

تا کہ لوگوں کو ہم با خدا کر سکیں!

تا کہ لوگوں کو ہم با خدا کر سکیں!

تا کہ حقِ نمک یہ ادا کر سکیں

جان ایمان ہم پہ فدا کر سکیں

آؤ جتنے ہیں یہ

'ڈالروں' میں اِنھیں تول دیں

ان کو سرمائے کی منڈیاں کھول دیں

سوزمانے میں جو

آج سرمائے کی برتری کو نہیں مانتا

دھن کو اپنا خدا جو نہیں جانتا

بستیوں میں نہیں اُس کو رہنے کا حق!

آؤ ایسوں کو ہم
دُور ویراں جزیروں کی تنہائیوں کی طرف موڑ دیں
تنگ پنجروں میں گلتا ہوا چھوڑ دیں
تا کہ اہلِ جہاں چین سے جی سکیں

تا کہ اہلِ جہاں چین سے جی سکیں
آؤ ہم امن کو آج پھر سے نئی ایک تعبیر دیں
نفرتوں کی کتابیں بہا دیں سبھی
آشتی کی نئی ایک تصویر دیں
موت کی آرزو کا گلہ کاٹ دیں
زندگی کی محبت کو شمشیر دیں
ہر ''فسادی'' کو دنیا میں تنہا کریں
ہر ''مہذّب'' کو بستی میں توقیر دیں
عرش سے فرش پر
یہ جو تقسیم اُتری ہے انسان کی
اپنے اور غیر کی
شر کی اور خیر کی
جس نے کاٹا ہے انساں کو انسان سے
اس کی جڑ نوچ دیں

آؤ دنیا کو اک عالمی سوچ دیں
تا کہ کارِ جہاں بھی یہ چلتا رہے

تا کہ کارِ جہاں بھی یہ چلتا رہے
اور تمدن کا پودا بھی پَھلتا رہے
آؤ ہم 'مقتدر' اور 'مخالف' کے عنوان لوگوں کو دیں
تا کہ جتنے ہیں یہ
اِک سی مصروفیت سب پہ طاری رہے
ایک دُوجے کی آپس میں باری رہے
اور الجھیں نہ ہرگز یہ ہم سے کبھی
نہ ہی سلجھیں مسائل یہ ان کے کبھی
بس نوالوں کی گنتی ہی کرتے رہیں
نالیوں اور کھمبوں پہ مرتے رہیں
ہاتھ تیغوں کی جانب نہ ان کے بڑھیں
مسندِ عالمی پر نہ چڑھ یہ سکیں
ہم پہ جتنا بھی ہے ان کا غیظ و غضب
ان کے ہی درمیاں بس نکلتا رہے
احتجاجوں کی صورت میں چلتا رہے
تند جملوں کی پیکر میں ڈھلتا رہے

پتلیاں بن کے چوکوں میں جلتا رہے
ان کی آپس میں ہی دھینگا مُشتی رہے
بلکہ اچھا ہے یہ
ہم میں بھی گر یونہی نورا کشتی رہے
بس توجّہ رہے ____ سب کو حصہ ملے
اور اہم تر ہے یہ ____ پاؤں ہاتھی کے پاؤں میں سب کا رہے
سب کی اک بات ہو (جو بھی ہاتھی کہے)
ہاتھ میں ایک دوجے کے یوں ہاتھ ہو
تا کہ ساروں میں قائم مساوات ہو

تا کہ ساروں میں قائم مساوات ہو
تا کہ نفرت کا بھی خاتمہ ہو سکے
تا کہ مظلوم جگ میں کوئی نہ رہے
آؤ ____ جتنے ہیں یہ
مل کے آپس میں ہم ان کے گھر بانٹ لیں
پورے انصاف سے ____ ان کے سر بانٹ لیں
اس خوشی میں مگر
آؤ پہلے ذرا _____
یہ فلسطین کا 'کیک' ہی کاٹ لیں!

''ہم جو پُرنور راہوں میں مارے گئے!''

تیری راہِ محبت میں جب بھی کبھی
ہم سرِ شامِ رحمت پکارے گئے
شام جب تک رہی، ہم بھی جلتے رہے
جب تلک نہ پلٹ کر ستارے گئے

خوں جلا کر شرح اُس کی کرتے رہے
تیرے سچّے صحیفے میں جو تھا رقم
تیرے محبوبؐ کے نقش ہائے قدم
ثبت کرتے رہے دل کی وادی میں ہم

ہم جو پُرنور راہوں میں مارے گئے!

تیرے دیدار کی آس دل میں لئے
اپنی آنکھوں کو پہروں تھکاتے رہے
تیری راہوں میں جو بھی نکلتا رہا
اُس کی راہوں میں پلکیں بچھاتے رہے
غیرتِ حق نے رونے دیا نہ ہمیں
داغ سینوں میں ہی بس چھپاتے رہے

یہ تری ہی محبت تھی جس کے لئے
مقتلوں سے نہ پہلے رکے یہ قدم
تیرے دشمن نے جب بھی کہیں صبح دم
آنکھ کھولی تو دیکھا مقابل تھے ہم!

ہم جو پُرنور راہوں میں مارے گئے

یوں ترے ابرِ رحمت کی امّید پہ
اپنے جسموں کے ہم بیج بوتے رہے
خشک موسم کے تیروں کو روکا کبھی
برسرِ جنگ طوفاں سے ہوتے رہے

ٹوٹ برسا جب آخر وہ ابرِ کرم
فصلِ ایمان مہکی، ہوئے سر قلم
تیری راہوں میں کٹنا تھی اپنی خوشی
بس یہ خوشیاں منانے چلے آئے ہم

ہم جو پُرنور راہوں میں مارے گئے

”آواز میں آواز دو __ ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں“

آواز میں آواز دو___ ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں
ساجھی ہے اپنی ہر خوشی، اپنے سبھی غم ایک ہیں

ہم بادلِ رحمت ہیں وہ، اپنوں سے ہم چھٹتے نہیں
معلوم ہے ہم کو وفا، بڑھ جائیں تو ہٹتے نہیں!
تاروں کے جھرمٹ کی طرح، بہ جذبِ باہم ایک ہیں
آواز میں آواز دو___ ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں

ہم جسدِ واحد کی طرح، پُورب سے پچھّم یک زباں
تاریخ کے ہر موڑ پر ہم قافلۂ سخت جاں
سینوں کی جو ٹھنڈک ہیں وہ سالارِ اعظمؐ ایک ہیں
آواز میں آواز دو___ ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں

تسلیم ہم کرتے نہیں، خطّوں کی اس تقسیم کو
اسود یا ابیض کی کسی تاخیر کو، تقدیم کو
جز نسبتِ تقویٰ کے، سب ابنائے آدم ایک ہیں
آواز میں آواز دو___ ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں

بُنیان ہیں، مرصوص ہیں، ہیں ایک صف سے منسلک
یوں کفر کی تذلیل کے سامان میں ہم منہمک
تعداد کا کچھ غم نہیں، زیادہ ہوں یا کم، ایک ہیں
آواز میں آواز دو ___ ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں

بھڑکیں ہیں شعلوں کی طرح ہم حرب کے ہر دار میں
مہکے ہیں بن کر پھول بھی ایمان کے گلزار میں
بادِ بہاری یا خزاں، جیسا ہو موسم ___ ایک ہیں
آواز میں آواز دو ___ ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں

سارا جہاں، ربّ کا جہاں، اپنا جہاں ہے دوستو!
اپنے سوا اور کون اس کا پاسباں ہے دوستو؟!
ہاں تھام کر ایمان کی تلوار اگر ہم ایک ہیں!
آواز میں آواز دو ___ ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں

''اے 'حرم' تیرے بیٹے سلامت رہیں''

تیرے غازی، مجاہد، ترے جانثار
ان پہ ربّ کی عنایت رہے بے شمار
کوئی مشرق کی وادی میں لڑتا رہے
کوئی مغرب میں بجلی کی صورت گرے
اِن کی صبحیں سدا باسعادت رہیں
اِن کی شامیں رہینِ عبادت رہیں

اے حرم تیرے بیٹے سلامت رہیں ____ تا قیامت رہیں!

یہ فلسطین کے پاسباں بن گئے
فخرِ کعبہ، بلالی اذاں بن گئے
ان کی ہر چال دشمن پہ بھاری رہی
بحر و بر میں بھی جنگ ان کی جاری رہی
ان کو حکمت کے گوہر ودیعت رہیں
ان کے سب کام تحتِ شریعت رہیں

اے حرم تیرے بیٹے سلامت رہیں ____ تا قیامت رہیں!

یہ قدامت پسندی کی معراج ہیں
ولولے ان کے سینوں میں جو آج ہیں
ان کی ٹھوکر میں افرنگ کے تاج ہیں
میری اُمّت کی، یہ نوجواں لاج ہیں

یہ طلب گارِ راہِ ہدایت رہیں
رہروانِ سبیلِ شہادت رہیں

اے حرم تیرے بیٹے سلامت رہیں ____ تا قیامت رہیں!

یا الٰہی یہ غازی سبُک خیز ہوں
منزلوں کی طرف اور بھی تیز ہوں
ان کی آنکھوں میں حق کے شرارے رہیں
برق آسا یہ سب چاند تارے رہیں

میری ملّت کی تاباں قیادت رہیں
اہلِ ایماں کے سینوں کی راحت رہیں

اے حرم تیرے بیٹے سلامت رہیں ____ تا قیامت رہیں!

”ایا مرکزالنُّورِ فِیک اِلاخاء“

”ایا مرکزالنُّورِ فِیک اِلاخاء
و فیک المحبّۃ فیک النّقاء
و فیک تجمّع شمل الشباب
و سرت بحق لّھم ملتقٰی“

خوشی سے چلیں حق کی راہوں میں ہم
گُھسیں کفر کی گو نِگاہوں میں ہم
سعادت کی گھاٹی کو طے کر چلیں
تو پہنچیں شہادت کی بانہوں میں ہم

تعصّب کے فتنے مٹا کر چلیں
کہ تکمیلِ ایماں کی صورت کریں
عطا کچھ کریں یا اگر روک لیں
فقط ربّ کی خاطر جڑیں اور کٹیں

لڑیں ہند کے مشرکوں سے بہم
چھڑائیں جہنم سے گردن کو ہم
کریں جنگ تہذیبِ دجّال سے
ملیں جا کے عیسیٰؑ کے لشکر سے ہم

”وداعـــاً وداعـــاً فيَـــا اِخــوتـــي
غـداً ســوف نـأتـي غـداً نلُتقي“
فلسطین و شیشان و افغاں کے بعد
ملیں کاش کوثر کے چشمے پہ بھی!

''سربلند ہوں دوستانِ دیں''

نصر سے تری رونقِ عجم
آتشِ عرب، تابشِ حرم
مرکزِ نگاہ جاہ نہ حشم
خُلق ہو ترا جود اور کرم

ضرب ہو تری ضربِ آہنیں
سربلند ہوں دوستانِ دیں
سرنگون ہوں دشمنانِ دیں

شبنمِ شبی سے بہارِ کشت
شعلۂ دروں سے وقارِ خشت
خوف اور رجا ضامنِ بہشت
سنّتِ رسولؐ جن کی ہو سرِشت

مرحبا اُنھیں، اُن کو آفریں
سربلند ہوں دوستانِ دیں
سرنگون ہوں دشمنانِ دیں

ذوقِ اَلْکتاب جائے نہ کبھی
ظلمتِ فرنگ بھائے نہ کبھی
ذہن پر پڑیں سائے نہ کبھی
گردِ 'انٹرنیٹ' چھائے نہ کبھی

دُھل رہے نظر، قلب ہونگیں
سربلند ہوں دوستانِ دیں
سرنگوں ہوں دشمنانِ دیں

گر نہ مل سکے اس جہان میں
مل ہی جائیں گے آسمان میں
عرش کے تلے سائبان میں
راہ بس رہے وہ دھیان میں

جس کے موڑ پر جنتِ بریں
سربلند ہوں دوستانِ دیں
سرنگوں ہوں دشمنانِ دیں

میرے ایمان کے ساتھی

مرے ایمان کے ساتھی
تمہیں تو یاد ہی ہو گا
تمہارا مجھ سے وعدہ تھا
وہاں کہسار پر جا کر
جہادی مرکزوں میں جب
ارادے ہم نے باندھے تھے
دعائیں ربّ سے مانگی تھیں
اک ایسے دیس کی، ساتھی!
دعائیں ہم نے مانگی تھیں
جہاں ظلمت نہ ہو کوئی
جہاں جگنو چمکتے ہوں
جہاں خوشبو کی برکھا ہو
جہاں عزّت کی مسنَد ہو
جہاں آرام تکیے ہوں
جہاں رحمت کے سائے ہوں
جہاں پر سُندس و اِستبرق و دیبا کی خلعت ہو

جہاں چاندی کے کاسے ہوں

جہاں حوروں کی بستی ہو

جہاں سونے کے کنگن ہوں

جہاں ہر چیز سستی ہو

ہاں ایسے دیس کی، ساتھی!

دعائیں ہم نے مانگی تھیں

جسے نہ آنکھ نے دیکھا

نہ کانوں نے سنا جس کو

کہ ذہنوں نے کبھی جس دیس کا سوچا بھی نہ ہوگا

مرے ایمان کے ساتھی

تمہیں تو یاد ہی ہوگا

کہ ہم نے مُصحفِ قرآں میں 'سورۂ دہر' پڑھ پڑھ کے

اِسی بستی کے نقشوں کو

اِن آنکھوں سے تلاشا تھا

تمہیں نے تو کہا تھا ____ ہاں

کبھی سرما کی راتوں میں

محاذوں پر بھی جاؤ گے!

تم اس جنت کے چشموں کو

ان آنکھوں میں بساؤ گے

رہوں گا میں 'رسالہ' میں

لڑو گے 'میسرہ' میں تم

کبھی اپنی کلاشنکوف کے جوہر دکھاؤ گے

کبھی میداں میں اپنے ہاتھ کے پرچم اُڑاؤ گے

اندھیری رات گر آئی

تو سر مشعل بناؤ گے!

جوانی کو جِلاؤ گے

جگر کو آزماؤ گے

اُسی کی راہ میں اے جانِ من

جاں کو جَلاؤ گے!

مرے ایمان کے ساتھی!

تمھیں یاد آ گیا ہوگا

______ ارے ہاں یار یاد آیا

کہ طے تو یہ بھی پایا تھا

کہ جس دن معرکہ ہوگا

تو اُس سے ایک شب پہلے

مرے ہمراہ ہوکر تم، مرے ایمان کے ساتھی!

اللہ العالمیں کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ گے

تم عبداللہؓ کی سنّت

سرِ مقتل نبھاؤ گے

میں کہتا جاؤں گا ''آمیں''

ابی وقّاصؓ کی مانند

شہادت کی دعا اپنے لیے تم مانگے جاؤ گے

کہو گے اے مرے اللہ!

کل جب معرکہ آئے

کسی مضبوط کافر سے

مرا ٹکراؤ ہو جائے

میں اُس پر وار کر ڈالوں

مگر پھر زیر آ جاؤں

وہ مجھ کو یوں گرا ڈالے

مرے سینے پہ چڑھ دوڑے

مری گردن اُڑا ڈالے

وہ میرے کان بھی کاٹے

مرا دل تک چبا ڈالے

مری آنکھیں نکالے اور

مرا مُثلہ بنا ڈالے

تم اُس سے مانگے جاؤ گے

میں کہتا جاؤں گا ''آمیں''

______ مگر جب کل کا دن آئے

تو میں نظریں چُرا کے تم سے ______ اک جانب نکل جاؤں

وہاں چپکے سے جا کر اپنے ربّ سے یہ دعا مانگوں

تمہارے نام کا یہ فال

میرے نام آ جائے

دعا جو تم نے مانگی تھی

وہ میرے کام آ جائے

مرا بھائی تو بچ جائے

وہاں سر میرا کٹ جائے

وہ اگلے مورچوں کے واسطے

کچھ اور ڈٹ جائے!

میں اُس کے پاس جب پہنچوں

مرا ربّ مجھ سے یہ پوچھے

تیرا یہ حال کیسا ہے؟

ترے اعضاء پہ کیا بیتی؟

تری آنکھیں کہاں پر ہیں؟

______ تو میں کہہ دوں مرے مالک!

یہ تیرے نام سب کچھ ہے

یہ سب تیری امانت تھی
جو تجھ پر وار آیا ہوں
کہ اپنی ذات کی خاطر
نہ تھی یہ دشمنی میری
مری کُچلی ہوئی آنکھیں
مرا مَسلا ہوا چہرہ
تُو اپنے نور سے بھر دے
رضا دے، رحمتیں دے دے
مجھے جنت میں وہ گھر دے
کہ جو ہمسائیگیٔ ساقیٔ چشمائے کوثر دے
اور ان سب نعمتوں کے بعد
اب دیدار کی یا ربّ ______ مجھے اپنے، سعادت دے!
کر اپنے عرش کا سایہ
مجھے اپنی محبت دے
دعائیں جس کی مانگی تھیں
محاذِ جنگ پر جا کر
یہ دنیا کچھ کہے ہم کو اسی منزل پہ جانا ہے
اسی جنت کے چشموں کو ان آنکھوں میں بسانا ہے

مرے ایمان کے ساتھی!

حدیثِ دل بھی یہ سن لو

مجھے ڈر یہ بھی لگتا ہے

مرے ایمان کے ساتھی!

تمھیں بہلا نہ دیں

یہ درہم و دینار کے دھندے

یہ 'اسٹیٹس' کے خواب اور 'وائٹ کالر جاب' کے پھندے

یہ دنیا عشرت و آرام کا

جھوٹا لبادہ ہے

فقط جنت حقیقت ہے

یہ میرے ربّ کا وعدہ ہے

مرے ایمان کے ساتھی!

کہو اب کیا ارادہ ہے؟

معرکۂ مُؤتہ

کہیں پر دور مُؤتہ میں، بہ سمتِ خطۂ شامی
بپا ہونے کو تھی تاریخ کی اک جنگ طوفانی
بظاہر عالمی طاقت سے ٹکرانے جو نکلے تھے
وہ مٹھی بھر مسلماں تھے ___ خرد کو تھی یہ حیرانی!
فقط یہ تین ہزار افراد کا چھوٹا سا لشکر تھا
مقابل اِن کے تھا دو لاکھ ٹڈّی دَل نصاریٰ کا
امیرِ کارواں تھے زیدؓ ابنِ حارثہؓ جن کو
رسول اللہ ﷺ نے خود پرچمِ ابیض تھمایا تھا
دمِ رخصت شہِ ابرار ﷺ نے یہ بھی بتایا تھا
کہ ابنِ حارثہؓ شہداء کی صف سے جا ملیں جس دم
تو جعفرؓ بن ابی طالب امیرِ کارواں ہوں گے
اگر وہ بھی شہیدوں میں ہوئے شامل کسی لمحے
تو پھر ابنِ رواحہؓ اس علَم کو تھام رکھیں گے
عجب شانِ صحابہؓ تھی چلے جب سمتِ روما وہ
دعائیں دے رہے تھے اہلِ بستی، اہلِ لشکر کو

مقابل ہوگئے مُـوْ تــہ میں آخر اہلِ نخوت سے
فضائیں دیکھتی تھیں سارا منظر چشمِ حیرت سے

اُدھر ساماں کی تھی کثرت، اِدھر ایمان کی دولت
اُدھر تیغ و سِپر، ثروت، اِدھر اللہ کی رحمت

وہ طاقت کے بھروسے پر، یہ صبر و شکر کے پیکر
وہاں ابلیس تھا سر پر، اِدھر خود خالقِ اکبر

توکّل کے اسی جذبے نے ان کا دل بڑھایا تھا
یہی وہ حوصلہ تھا جو انھیں میداں میں لایا تھا

کہ جب ابنِ رواحہؓ نے کوئی دم جنگ سے پہلے
مسلمانوں کو یہ مژدہ سرِ مقتل سنایا تھا

''کوئی اک خیر، دو میں سے ہمیں تو مل ہی جائے گا
فتح نہ بھی ملی، جامِ شہادت ہاتھ آئے گا''

تو بس پھر کیا تھا، اک جوشِ جنوں، اک عزم طوفانی
صفوں میں دوڑتی جاتی تھی کوئی برقِ ایمانی

ہوئی گھمسان کی ٹکّر، لڑے سب ایک صف بن کر
صلیبی دیکھتے جاتے تھے اپنی خانہ ویرانی

لگے کُشتوں کے پُشتے اس طرح قیصر کی فوجوں کے
نہ دھارے تھم سکے اسلام کی بے خوف موجوں کے

لڑے سالارِ جیشِ مومناں ایسی شجاعت سے
ادا کر آئے حقِّ سروری وہ اپنی جانب سے
شہادت کا حسیں اک تاج آخر زیدؓ نے پہنا
بشر کے واسطے جس سے نہیں مہنگا کوئی گہنا!
ہر اک کافر کے چہرے پر کوئی ہیبت سی طاری تھی
کہ اب جنگاہ میں جعفرؓ سے اک قائد کی باری تھی
علَم وہ تھام کر اپنے سیاہ و سرخ گھوڑے سے
اچانک کود کر اترے، کمالِ ہوشیاری سے
اُنھوںؓ نے پرچمِ بیضاء کو بائیں ہاتھ میں تھاما
کٹا جب ہاتھ اُن کا داہنا اک ضربِ کاری سے
وہ بایاں ہاتھ بھی اللہ کی راہ میں ہوگیا قرباں
مگر پھر بھی علَم نہ چھوٹ پایا بر سرِ میداں
لگا رکھا اسے سینے سے جعفرؓ نے، شہادت تک
کہ گرنے پائے نہ اسلام کا پرچم قیامت تک!
کوئی نوّے کے لگ بھگ زخم تھے جعفرؓ کے لاشے پر
عوض ہاتھوں کے، ربّ نے اُنؓ کو جنت میں دیے دو پر
پھر اس کے بعد علَم تھا ہاتھ میں ابنِ رواحہؓ کے
وصیّت کے مطابق اب وہی سالارِ لشکر تھے

کتابوں میں لکھا ہے اب بھی آبِ زر سے یہ جملہ
کہ بولے خود کلامی میں وہؓ جب کرنے چلا حملہ
''بپا جب جنگ ہے، لوگوں نے نیزے تان رکھے ہیں
تجھے اے نفس! جنت سے گریزاں دیکھتا کیوں ہوں؟
قسم ہے آج تو تجھ کو مقابل آ کے رہنا ہے
خوشی یا ناگواری سے سبھی کچھ اب تو سہنا ہے''
شہادت کا لئے تحفہ بنے پھر ربّ کے وہ مہماں
کہ دو میں سے یہی اک خیر تھا اُنؓ کو عزیز از جاں
اُدھر طیبہ میں کب سے منتظر سب اہلِ ایماں تھے
کہ دیکھیں کیا خبر آتی ہے اب مُوۡتہ کی جانب سے
رسول اللہؐ نے تینوں ہی شہداء کی شہادت کی
وحی کے عِلم سے اپنے صحابہؓ کو خبر کر دی
اُنھوںؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ''اُن میں سے کسی کو بھی
ہمارے درمیاں رہنے کی کوئی آرزو نہ تھی''
نبیؐ یہ کہتے جاتے تھے اور آنسو بہتے جاتے تھے
وہ آنسو، مول جن کے جگ کے سب لعل و گہر نہ تھے!
''اور اب اللہ کی تلواروں میں اک تلوار نے بڑھ کر
اُٹھایا ہے عَلم'' سب کھل اُٹھے یہ اطّلاع سن کر

یہ خالدؓ تھے! وہی خالد جو کل آقاؐ کے دشمن تھے
مہکتا پھول بن کر آج لیکن فخرِ گلشن تھے
کوئی ثانی ہی نہ تھا انؓ کا ہاتھوں کی صفائی میں
کہ نو تیغیں خود اُن کے ہاتھ میں ٹوٹیں لڑائی میں
صفیں کفّار کی چیریں، کچھ اُن کی یوں کمر توڑی
شجاعت کی مثالی داستاں تاریخ میں چھوڑی
وہ سیف اللہ تھے، اب کون اُن کو توڑ سکتا تھا؟
وہ جس کو کاٹ ڈالیں،کون اُس کو جوڑ سکتا تھا؟
تماشہ بن گئی یوں کفر کی وہ ''عالمی طاقت''
ندامت کا ٹھکانہ کچھ نہ تھا، ایسی بنی دُرگت
شہادت کا ثمر بارہ مسلمانوں کو حاصل تھا
اُدھر کفّار کی لاشوں کا اندازہ ہی مشکل تھا
مسلماں عافیت سے شہرِ طیبہ میں پلٹ آئے
غرورِ تختِ روما، نخوتِ قیصر اُلٹ آئے

دُرودوں کی، سلاموں کی ہو بارش ذاتِ اطہرؐ پر
اور اُنؐ کی آل پر، اصحابؓ پر، اُمّت کی ماؤںؓ پر
جنہوں نے غم پہ غم سہہ کر علَم دِیں کا اُٹھا رکھا
جنہیں فُسّاق نے گرچہ مسلسل ہی ستا رکھا

مگر غافل ہوئے ہرگز نہ وہ ، دیں کی حفاظت سے
کہ بڑھتی ہی گئی شمّع کی لو، خوں کی تمازت سے

مرے بھائیو ! یہ جو اسلام ہم تک آج پہنچا ہے
اسی دریائے آتش سے سفینے پار کر کر کے
اِنھی آہن کی برساتوں میں جانیں وارکر کر کے
ہمارے پاس پہنچا ہے انھی اسلاف کے ذریعے
مقابل آج ہیں روما کی فوجیں پھر مسلماں کے
نشیمن بجلیوں کی زد میں ہیں پھر اہلِ ایماں کے
اگر خواہش ہماری ہو کہ اُن آباء کا یہ ورثہ
اِس اپنی نسلِ نو کے نونہالوں کو بھی مل جائے
اور اِن میں پھر کوئی ''پِیٹر'' نہ کوئی ''جَون'' بن جائے
بہاریں لوٹ آئیں، تازگی ایماں کو مل جائے
تو ماؤں کو پھر اپنی لوریوں میں اپنے بچوں کو
اُنھی اسلاف کے قصّے سنانا چاہیے ہوں گے
کہیں خنجر کی دھاریں اور کبھی تلوار کے جوہر
ہمارے نوجوانوں کو دکھانا چاہیے ہوں گے!

میرے زندان کے ساتھی!

مرے زندان کے ساتھی

کہیں تم بھول نہ جانا

اذیّت کے کٹہروں میں

جو ہم نے دن گزارے تھے

وہ میدانوں کی جب ہم جنگ

ایوانوں میں ہارے تھے

عدو کی صف میں خود جس دم کھڑے محسن ہمارے تھے!

مرے زندان کے ساتھی

کہیں تم بھول نہ جانا!

اگر آزاد دنیا کی طرف جاؤ تو واں جا کر

ہمیں دل کے نہاں خانوں سے یکسر مت ہٹا دینا

ہمارے انتظارِ آرزو کا، عزم کا قصّہ

اُدھر جا کر سُنا دینا

سبھی کو یہ بتا دینا

وہاں پر دُور پنجروں میں کچھ ایسے لوگ بستے ہیں

جو حق کے معرکوں کے واسطے ہر دم ترستے ہیں

وہ سب، رحمٰن کے بندے

عجم کی آنکھ کے تارے

وہ سب ایمان کے ساتھی

عرب کے وہ گہر پارے

جنہیں دشت وجبل نے عزم کے پیکر میں ڈھالا تھا

جنہیں مالک نے کتنی بھٹّیوں سے چُن نکالا تھا

وہ جن کے سوز میں اخلاص کے ساغر چھلکتے تھے

وہ جن کی آنکھ میں اُمید کے جگنو چمکتے تھے

کہ گویا شیر پنجروں کی سلاخوں سے جھلکتے تھے!

جو دن روزے سے رہتے تھے

غمِ شب ہنس کے سہتے تھے

ہمارا ربّ ہے اک اللہ ــــــ بس یہ بات کہتے تھے!

مرے مشکل دنوں کے ہمسفر!

زندان کے ساتھی!

ہمارے دل کے ٹکڑے

اُن کے آگے پیش کر دینا

دعاؤں سے ہماری

اُن کے دامن خوب بھر دینا

اُنھیں یہ بھی بتا دینا جو ہم اس راہ پہ نکلے
سوائے دردِ اُمّت کے، ہمیں درپیش غم نہ تھے
وگرنہ زندگی کے امتحاں کچھ اور ــــــــ کم نہ تھے
ابھی بہنوں کی رُخصت کا ہمیں سامان کرنا تھا
ابھی بیمار ماں کو بھی معالج کو دکھانا تھا
ضعیف اک باپ کا بھی ہاتھ پھر ہم کو بٹانا تھا
مگر ہم سر ہتھیلی پر لئے، فی اللہ نکل آئے
یہ فرضِ عین بھی آخر ہمیں ہی تو نبھانا تھا!

مرے زندان کے ساتھی!
اگر تم یاد رکھ پاؤ
اُنھیں پیغام دے دینا جنھیں 'آزاد' تم پاؤ ــــــــ
کہ آؤ اک حسیں دنیا کے مل کر خواب ہم دیکھیں
خلافت ہو جہاں اسلام کی
غالب شریعت ہو
بچے فتنہ نہ باقی
دین اللہ ہی کا ہو جائے
جہاں پر آخرت کا خوف ہو، یہ دل جہاں پگھلیں
جہاں سے اُندلس واقصیٰ کی جانب قافلے نکلیں

جہاں تیغ و سِپر ، ایمان اور صبر و توکّل ہوں
جہاں پر شوکتِ اسلام کے لشکر مشکّل ہوں
ہر اک طاغوت سے، ہر شرک سے انکار کی دنیا
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ کی، کرّارؓ کی دنیا
جہاں اسلام کی خوشبو سے یہ آنگن معطّر ہوں
جہاں ہو نور کی بارش، سبھی دل یوں منور ہوں
ہر اک دوجے سے یہ پوچھے ''ترا ایمان کیسا ہے؟''
''ہے علمِ دین کیا؟ تعلّقِ قرآن کیسا ہے؟''
شریعت، حُبِّ سنّت ، عدل کی، ایثار کی بستی
اُخوت کے حسیں رشتوں، محبت پیار کی بستی
مُہاجر کے لئے جائے پناہ، انصار کی بستی !!!
مگر وہ دن تو آئے گا کہ جب یہ جان لیں گے ہم
اُس اک اللہ کی رسّی کو مِل کر تھام لیں گے ہم !

اگر تم نرم قالینوں، کُھلے صحنوں، بھرے بینکوں
کی دنیا میں پلٹ جاؤ تو اُن سے یہ بھی کہہ دینا
'شِبرغان' و 'ابو غُرَیب' کے اور 'گوانتانامو' کے _____
وہ 'چین' و 'ھند' کے، 'القدس' اور اُس پار 'آمو' کے _____
اسیروں کا چھڑانا اک معیّن فرض ہے تم پر

کہ ''فُکُّوا الْعَانِی''* ہے حکمِ نبیؐ، جو قرض ہے تم پر

پڑے ہم منتظر ہیں کب کوئی طارق کوئی قاسم

ہماری چوکھٹوں کی یہ سلاخیں توڑ ڈالے گا

صیہونی اور صلیبی دستِ قاتل موڑ ڈالے گا

مسلّط کتنی مدّت کے یہ پہرے سب ہٹا لے گا

بتوں کی قید سے توحید والوں کو نکالے گا!

نگاہیں منتظر ہیں دل تمھیں آواز دیتا ہے

تمہارا ربّ تمہیں خود جنتوں کے راز دیتا ہے

بس اک وعدہ کرو ہم سے کہ اب آزاد ہو کر بھی

دُعائے نیم شب سے تم ہمیشہ شاد رکھو گے

مرے زندان کے ساتھی

ہمیں تم یاد رکھو گے؟!

* ''قیدی کو چھڑاؤ''

اب سِسک سِسک کر کیا جینا؟

جب دشمن راج کرے ہر سو
بہنوں کی چادر چھن جائے
ماؤں کی گود اُجڑ جائے
اور عزت خاک میں گڑ جائے
حرفوں سے زخم کو کیا سینا؟
شہداء نے تڑپ کر عرض کیا
اب سِسک سِسک کر کیا جینا؟

جب ہر سو اندھیارے میں بھی
سارے گھر شیش محل ٹھہریں
اور شیش محل کے سب باسی
بس اپنے لیے ہی جیتے ہوں
سب تن کی بھوک مٹاتے ہوں
سب من کی پیاس بجھاتے ہوں
اور ایسے میں احساس نہ ہو
جنگل میں سونے والوں کا
سوئی ہوئی ملّت کے غم میں

دل، جگر سے، آنکھوں کے خوں سے

زخموں کو دھونے والوں کا

احساس نہ ہو

کچھ پاس نہ ہو

اُن غنچوں اور گلابوں کا

بستے میں بند کتابوں کا

گردش ہو فقط تحریروں کی

نقشوں کی اور لکیروں کی

نرم و نازک قالینوں پر

وزراء کی اور سفیروں کی

تقریروں سے جب بات چلے

اور آہ و اشک پہ تھم جائے

پر دل سے خالی ہو سینہ

شہداء نے تڑپ کر عرض کیا

تب سِسک سِسک کر کیا جینا؟

جب میری ملّت کے بیٹے

گمنام، مسافر، پردیسی

ماؤں کے جگر کے یہ ٹکڑے

سب روکھی سوکھی کھاتے ہوں

بندوق سے جی بہلاتے ہوں

بارود سے بھوک مٹاتے ہوں

یوں خون کی پیاس بجھاتے ہوں

اور شام وسحر ہر محفل میں

خیبر کی مثالیں لاتے ہوں

اور سنّتِ نبویؐ کی یادیں

دل، جان میں آن بساتے ہوں

ثابتؓ کے ترانے گاتے ہوں

سعدؓ وسلمانؓ، عبیدہؓ کا

طلحہؓ، وقّاصؓ، حذیفہؓ کا

بدرواحزاب، قُرَیظہ کا

وہ درسِ وفا دُہراتے ہوں

صُفّہ کی یاد دلاتے ہوں

اللہ کا رنگ چڑھاتے ہوں

اور ربّ کے مبارک ناموں پر

پھر تازہ جنگ جماتے ہوں

دن دشمن سے ٹکراتے ہوں

پیاروں سے اپنے دور بہت

شب خون سے لوٹ کے آتے ہوں
پھر تھکے تھکے سے جسم لیے
بوسیدہ لحافوں کو اوڑھے
غاروں میں آگ جلاتے ہوں
پھر خیموں میں سو جاتے ہوں
اور اپنے لیے ان راہوں تک
دو گام بھی جانا مشکل ہو
گو اپنے لیے ہوں کام بہت
اور سینے میں ارمان بہت
مستقبل کے امکان بہت!
جب ایسی حالت ہو جائے
احساسِ اُخوت کھو جائے
جب بینا ٹھہریں نابینا
شہداء نے تڑپ کر عرض کیا
تب سِسک سِسک کر کیا جینا؟

اے سحر ستار! مت سوچو
اے کاش کہ کوئی جنگ کرے
مظلوموں کی، مقہوروں کی

ماؤں، بہنوں، مہجوروں کی

دہلیز پہ کوئی پہرہ دے

ملّت کی آنکھوں کے تارو!

ہر اُفق اُفق میں پھیلے ہوئے

اے روشن ورخشاں مہ پارو!

تم خود سوچو

مجبور ہو کیا؟

معذور ہو کیا؟

آنکھوں میں شرر باقی ہیں نا

پاؤں سے اجازت کیا لو گے؟

جب گھر میں ڈاکو گھس جائیں

ماؤں سے اجازت کیا لو گے؟

اب جنگ کرو ______

خوابوں میں اپنے رنگ بھرو

نظروں کو محاذوں پر رکھنا

آنکھوں کو تھکا دو پہرے میں

پیروں کو گرد آلود کرو

یوں ایماں کی بہبود کرو

جس دیس کو آخر جانا ہے

تم وہیں اِکٹھا مال کرو

جنت کے دریچوں پر پہنچو

ماؤں کا استقبال کرو!

یوں اُن کا دور ملال کرو

اے چاند ستارو، مہ پارو! ______ کچھ کر ڈالو!

اُمت کی تجوری خالی ہے

دل، جگر، جواہر بھر ڈالو

سوچوں سے بجھی ہے آگ کبھی؟

گر جرأت ہو تو سر ڈالو

نعروں کی رہی برسات بہت

تقریر کی حد تک بات بہت

تحریروں کی سوغات بہت

اب بیت چکی ہے رات بہت

اب سحرِ تمنا کر ڈالو

اے چاند ستارو، مہ پارو!

جب دینِ محمدؐ پر ہر سو

اک خون کی بارش ہوتی ہو

اک کلمہ پڑھنے والوں پر

جب بوسنیا میں پہرے ہوں

اورسری نگر کی راہوں پر
مشرک فوجی آ ٹھہرے ہوں
جب مسجدِ اقصیٰ روتی ہو
اوراپنے سیاست بازوں میں
ہڈّی پہ لڑائی ہوتی ہو
ہرسونفرت کی آگ جلے
اُلفت کی جگہ لے لے کینہ
شہداء نے تڑپ کرعرض کیا
تب سِسک سِسک کر کیا جینا؟

اس مُصحفِ قرآں میں لوگو
جوُسورۂ توبہ ٔپڑھتے ہو
کس طور بھلا پھر ممکن ہو
ذلّت کا سودا کرتے ہو

یہ یادرہے ــــــــ
اس ہستی میں مستقبل بس اسلام کا ہے!
اس بستی میں
ترجیح وہی فرمان کہ جو
قرآن کا ہے، فرقان کا ہے

مقبول وہی ایمان کے جو

عمرؓ و کرّارؓ، عثمانؓ کا ہے

صدّیقوں کا، شہداء کا ہے

غازی اہلِ ایمان کا ہے

وہ جن کی راہ پہ چلنے کی

دن رات دعائیں کرتے ہو

جب 'سورۂ فاتحہ' پڑھتے ہو!

اُن شہداء کا پیغام ہے یہ ______

اب کھوٹے سکّے لایعنی

اب زورِ خطابت بے معنی

اب ہوگا مقابل آئینہ

شہداء نے تڑپ کر عرض کیا

تب سِسک سِسک کر کیا جینا؟

تم جا کے ہمالہ کے دامن میں، اس کے فرازوں سے پوچھو

تم سر بہ فلک کہساروں کے باسی شہبازوں سے پوچھو

برفاب محاذوں سے پوچھو

سربستہ رازوں کا پوچھو

جنت کی خوشبو کو ڈھونڈو

اُس کے دروازوں کا پوچھو

اور ہو کے ہمالہ کے دامن سے

جبلِ اُحد کو جب نکلو

تو حمزہؓ کے اور طلحہؓ کے

مُصعبؓ کے اُسوے کا پوچھو

یہ بھی پوچھو ____

یہ فرطِ سعادت کیا شے ہے؟

کیا چیز شہادت ہوتی ہے؟

وہ سارے یہ فرمائیں گے

بس اک نکتہ سمجھائیں گے

تم جس پر ایماں لائے ہو

جب اُس کا بلاوا آئے تو ____

تم جس کے لئے ایماں لائے

دل جس کی یاد میں للچائے

اُس جنت تک جانے کے لئے

فردوسِ بریں پانے کے لئے

کیا اِس کے سوا ہوگا زینہ؟

شہداء نے تڑپ کر عرض کیا

تب سِسک سِسک کر کیا جینا؟

اے اپنے لئے جینے والو!

تم جا کر اپنے آقا سے

تہذیبِ فرنگی سے کہہ دو

دجّالِ زمانہ سے کہہ دو

ٹی وی جو پلاتا ہے تم کو

اُس مئے شبانہ سے کہہ دو

یہ ابراہیمیؑ ملّت ہے

یہ پیارے نبیؐ کی سُنّت ہے

جذباتِ جہاد اُبھاریں گے

اُندلس کے محاذوں پر جا کر

صدیوں کا قرض اتاریں گے

اقصیٰ کی آگ بجھائیں گے

ہر عہدِ قدیم نبھائیں گے

پھر کرب وبلا کے صحرا سے ہم آگے بڑھتے جائیں گے

یوں بدر و حنین کی راہوں پر سے ہو کر جب جب آئیں گے

اللہ کے اک اک دشمن کو

کچھ ایسے مار بھگائیں گے

اک موسمِ گُل، اک نورِ سحر

اک فصلِ بہاراں لائیں گے!

شہداء نے کیا تھا عہد یہی

کہ ان کے خون کے قطرے عظمتِ ربّ کی گواہی یوں دیں گے

کہ پتہ چلے جگ والوں کو

اپنے لئے جینے والوں کو

بہنوں کی رِدا

بچوں کے زخم

حرفوں سے سینے والوں کو

معلوم یہ ہو

اک ایسی محبت ہوتی ہے

ہر چیز پہ غالب ہوتی ہے

جب جام اُسی کا ہے پینا

شہداء نے تڑپ کر عرض کیا

تب سِسک سِسک کر کیا جینا؟

طاغوتِ اکبر امریکہ!

اے کہ سلطانِ جابر، فرعونِ دہر! ہم خدا تجھ کو ہرگز نہیں مانتے
عرش والا ہمارا اِلٰہ ایک ہے، کچھ اَحد کے سوا ہم نہیں جانتے

عزمِ ایوبیؒ و جذبِ طارقؒ ہیں ہم
اپنی تاریخ عبارت تو جرأت سے ہے
ہم سدا بُت شکن ضربِ فارِق ہیں ہم

اے کہ سلطانِ جابر، فرعونِ دہر! ہم خدا تجھ کو ہرگز نہیں مانتے
عرش والا ہمارا اِلٰہ ایک ہے، کچھ اَحد کے سوا ہم نہیں جانتے

'مین ہیٹن' کے چکر ہی کاٹے گا تو
تیرا زعمِ 'سُپر' نہ بچا پایا گھر
برس ہا برس زخم اپنے چاٹے گا تو

اے کہ سلطانِ جابر، فرعونِ دہر! ہم خدا تجھ کو ہرگز نہیں مانتے
عرش والا ہمارا اِلٰہ ایک ہے، کچھ اَحد کے سوا ہم نہیں جانتے

تو نے القدسیوں پر زمیں تنگ کی
اس کا ایک ایک بدلہ چکائیں گے ہم
اہلِ ہیکل سے مل کر کے جو جنگ کی

اے کہ سلطانِ جابر، فرعونِ دہر! ہم خدا تجھ کو ہرگز نہیں مانتے
عرش والا ہمارا اِلٰہ ایک ہے، کچھ اَحد کے سوا ہم نہیں جانتے

اے یہود بِالیقیں تم پہ سبّ و شتم
بھولنا مت قُریظہ کے انجام کو
ہم کہ خیبر شکن دستِ حید رہیں ہم

اے کہ سلطانِ جابر، فرعونِ دہر! ہم خدا تجھ کو ہرگز نہیں مانتے
عرش والا ہمارا اِلٰہ ایک ہے، کچھ اَحد کے سوا ہم نہیں جانتے

احمد آباد و کشمیر کی بستیاں
ہم کو بُھولی نہیں ہند کو شہ تری
یہ مظالم ترے یہ تری پستیاں

اے کہ سلطانِ جابر، فرعونِ دہر! ہم خدا تجھ کو ہرگز نہیں مانتے
عرش والا ہمارا اِلٰہ ایک ہے، کچھ اَحد کے سوا ہم نہیں جانتے

ساری راحت کو دولت کو کر کے فنا
ربّ تجھے نہ کہا زخمِ ہجرت سہا
غازیوں نے یہ کس شان سے کہہ دیا

اے کہ سلطانِ جابر، فرعونِ دہر! ہم خدا تجھ کو ہرگز نہیں مانتے
عرش والا ہمارا اِلٰہ ایک ہے، کچھ اَحد کے سوا ہم نہیں جانتے

اُسوۂ خاتم المرسلینؐ ساتھ ہے

ہے صلوٰۃ اور صبر و توکل سِپر

ہاتھ میں اہلِ ایمان کا ہاتھ ہے

اے کہ سلطانِ جابر، فرعونِ دہر! ہم خدا تجھ کو ہرگز نہیں مانتے

عرش والا ہمارا اِلٰہ ایک ہے، کچھ اَحد کے سوا ہم نہیں جانتے

ایک عراقی مہاجر

کب مری راہ بنے گی مری منزل یاربّ
اک ترے گھر کے لئے سارے ہی رستے چھوڑے!

عِلم کالج میں نہیں جنگ کے میداں میں ملا
ہم نے بندوق اٹھائی جو یہ بستے چھوڑے

ہم نے رو رو کے شہادت کی دعائیں مانگیں
اور پھر اہلِ جہاں اپنے پہ ہنستے چھوڑے

اک فقط جان ہی لی اور بھلا کیا چھینا
اپنے صیّاد نے پنچھی بڑے سستے چھوڑے

کیسے مومن ہیں کہ عم زادے نبیؐ کے ہم نے
'کیوبا' کے پنجروں میں خاموشی سے پھنستے چھوڑے

دعائیں نہ ہوں تو ___ !

پراگندہ سر، گرد آلود لوگو!
مبارک یہ صحرا نوردی ہو لیکن
رکابِ شجاعت میں اپنے قدم جب بھی رکھنا تو پہلے
یہ ذہنوں میں رکھنا ___
دعائیں نہ ہوں تو
یہ شوقِ سفر بھی
سعادت کی راہوں سے نظریں چُرا کر
عزیمت کی توفیق سے بچ بچا کر
کہیں دُور رخصت کی گھاٹی میں جا کر
زماں و مکاں کی پناہ ڈھونڈتا ہے!
جو چپ سادھ لے، وہ سپاہ ڈھونڈتا ہے!

اے شعلہ فشاں، قہر آلود آنکھو!
اگر احتسابِ نظر نہ رہے تو
کہیں یہ بھی ہوتا ہے دورِ سفر میں
امانت کے دینار و درہم چمک کر
کبھی چشمِ پُرنم کو خیرہ ہیں کرتے

کبھی جاہ ومنصب کی خواہش کے جھکڑ
ہوا کو ہیں دل کے غباروں میں بھرتے
کبھی پوشش وشہسواری کی شہہ میں
بہت سے تمنائی گر کر ہیں مرتے
سنو شہسوارو!
پسِ نیتِ شوق پل پل نہ جھانکا
اسے فقر کے، گر عصا سے نہ ہانکا
تو نفسِ پریشاں ____
دراہم، مَناصب، سواری بھی دے گا
زمانہ تمہیں راہداری بھی دے گا
جہاں جاؤ گے تم
ہٹو اور بچو کی صدائیں بھی ہوں گی
شجاعت، سخاوت، تلاوت کی بابت
ہر اک گام پر کتنے چرچے بھی ہوں گے
تمہاری ہی دل بستگی لیے پھر
بہ انواع واقسام خرچے بھی ہوں گے
یہ سب کچھ ملے گا
مگر چھین لے گا
تمہارا نوِشتہ

پراگندگی، گرد آلودگی کو

مئے بندگی، جامِ پائندگی کو

وہ جس کے لیے تم گھروں سے چلے تھے

بدن دھوپ میں جس کی خاطر جلے تھے!

الف سے اللہ....

کوشش کی گئی ہے دین کے بنیادی عقائد و تصوّرات، بچوں کے ذہنوں میں راسخ ہو جائیں۔

ا سے **اللہ ایک اِلٰــــــہ** ہے، اُونچا جس کا نام

وہی ہے خالق، وہی ہے رازق، اور وہی رحمٰن

ب سے **بِسْمِ اللہ** پڑھیں جب شروع کریں کوئی کام

بِسْمِ اللہ کی برکت سے سارے ہی کام آسان

پ سے **پہلا کلمہ طیّب**: ''لَا اِلٰــــــہَ اِلَّا اللہُ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ'' ــــــــ بنیادِ ایمان

ت سے **ترازو**، جس میں تُلیں گے روزِ قیامت کام

اس کے مطابق ہو گا سب کا نیک یا بد انجام

ٹ سے **ٹال مٹول** نماز میں کرے گا جو انسان

اُس کو جلائیں گے دوزخ میں پھر ربِّ رحمان

ث سے **ثواب** میں ثمر ملیں گے لیکن بطور انعام

شکر کرے گا جو بھی ربّ کا مانے گا احسان

ج سے **جنت** میں جائیں گے جو ہیں مسلمان

دلوں میں جن کے نہیں تکبّر ، بلکہ ہے ایمان

چ سے **چاند**،اورسورج،تارے،کتنے پیارے پیارے

اللہ کی مخلوق ہیں یہ، تسبیح کرتے ہیں سارے

ح سے **حج** ہے فرض سبھی پر، ایک عظیم عبادت

اللہ کے گھر جانے کی جو بھی رکھتے ہوں طاقت

خ سے **خُلقِ حَسن** ہے یعنی سب اچھی عادات

جس میں ہوں گی جنت میں وہ نبیؐ کے ہوگا ساتھ

د سے **دوزخ** میں لیکن جائیں گے نافرمان

اللہ اور رسولؐ کے دشمن جو ہیں بے ایمان

ڈ سے **ڈر** جس دل میں ہو گا کرے گا نہیں گناہ

اُس کو ملے گا رزق کشادہ، رحمت اور پناہ

ذ سے **ذکر** ہے یادِ الٰہی، ہر نیکی کا جوہر

شام وسحر مسنون دعائیں اور ہر ہر موقع پر

ر سے **روزہ**، پیدا جس سے دل میں ڈر ہوتا ہے

فرض تو رمضاں میں ہے لیکن نفلی بھی ہوتا ہے

ز سے **زکوٰۃ** ہے فرض ہر اک پر، جو ہو صاحبِ مال

تاکہ محتاجوں کا بھی اچھا ہو جائے حال

ژ سے **ژالہ** باری بھی ہے ربّ کی ایک نشانی

آنکھ سے دیکھو تو ہیں موتی، ہاتھ میں لو تو پانی

س سے **سنّت** کہتے ہیں جو کیے نبیؐ نے کام

سنّت کی پابندی کرنے والے نیک انجام

ش سے **شیطاں** جنّ اور انساں کرتے پھریں فساد

ان کے خلاف ہی لڑنا ہوتا ہے فی اللہ جہاد

ص سے **صبر** ہے یعنی ہر اک نیکی پر جم جانا

بدی سے بچتے رہنا اور مشکل میں نہ گھبرانا

ض سے **ضعیف**، ضروری جن کی خدمت اور ادب ہے

جو نہ کرے یہ، نبیؐ کے پیاروں میں شامل وہ کب ہے؟

ط سے **طاغوتوں** سے بچنا لازم ہے مومن پر
ربّ کے مقابل جو قانون بناتے ہیں مِل جُل کر

ظ سے **ظلم** یہ ہو گا جب کہ عدل کریں نہ ہم
ظالم کی تقدیر اندھیرا، تنہائی اور غم

ع سے **علم** اک نور ہے جس کا منبع ہے قرآن
سب سے افضل علم وہی جو دے ربّ کی پہچان

غ سے **غیبت**، غصہ، گالی برے ہیں یہ انداز
تین دنوں سے زیادہ روٹھیں تو اللہ ناراض

ف سے **فرشتے** لکھتے ہیں نیکی اور بدی ہماری
قبر میں آ کر پوچھیں گے وہ ہم سے کارگزاری

ق سے **قرآں** پڑھنے والا آگ سے بچ جائے گا
حشر میں لے کر اُس کی سفارش قرآں خود آئے گا

ک سے **کوثر** حوض ہے جس سے پیئے گا وہ مشروب
نبیؐ کا پیروکار ہے جو ہے اللہ کا محبوب

گ سے **گناہ** جو کرتے ہیں رہ جائیں گے محروم

توبہ لیکن کریں اگر ہو جائیں گے معصوم

ل سے **لوحِ محفوظ** اِس میں لکھا ہوا ہے سب کچھ

تقدیریں ہر چیز کی جو پوری ہوتی ہیں سچ مچ

م سے **مسجد** پانچ اوقات میں جو بندے جاتے ہیں

ایماں کی دولت اور رزق میں برکت وہ پاتے ہیں

ن سے **نبی**، ہیں ربّ کے پیامی پہلے جن میں آدمؑ

آخری نبی **مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم**

و سے **والدین** جنہوں نے مل کر ہم کو پالا

اِن کی خدمت، اِن کی اطاعت، دونوں جگ کا اُجالا

ہ سے **ہجرت**، جو بھی بُری ہو چیز اُسے تج دینا

ایسے عمل سے، ایسی زمیں سے ہم کو بھلا کیا لینا؟

ی سے **یومِ حساب** میں ربّ کے سامنے جائیں گے

عیش کریں گے نیک، بُرے لیکن پچھتائیں گے!

ایک، دو، تین....!

کہو : ایک ایک ایک ____ ہم کو بننا ہے اب نیک!

کہو : دو دو دو ____ ہر نیکی کو پھیلا دو!

کہو : تین تین تین ____ دینِ محمدؐ اپنا دین

کہو : چار چار چار ____ ہم کو اللہ سے ہے پیار

کہو : پانچ پانچ پانچ ____ دل تو ہوتے ہیں جی کانچ

کہو : چھ چھ چھ ____ کوئی توڑ اِنھیں نہ دے

کہو : سات سات سات ____ ہم تم بولیں سچی بات

کہو : آٹھ آٹھ آٹھ ____ جنت کے دروازے آٹھ

کہو : نو نو نو ____ دوزخ والوں میں نہ ہو

کہو : دس دس دس ____ جنت میں ہی جائیں بس!

مُکافات

چوٹی سے تہذیبِ نو کی، کون دُہائی دیتا ہے
ظلماتِ بحرِ الکاہل میں ڈوب چلا میں ڈوب چلا

سات سمندر پار گئے اک دوست نے خط میں لکھا ہے
اپنی مراد کے اِس ساحل میں ڈوب چلا میں ڈوب چلا

شرق سے اُبھرا سورج، بولا، غرب میں آگ تو برسائی
گرچہ اب شہرِ قاتل میں ڈوب چلا میں ڈوب چلا

میں نے اپنے دل میں بہایا حبِّ احمدؐ کا دریا
اپنی حیات کے اس حاصل میں ڈوب چلا میں ڈوب چلا

مجھے تم سے محبت ہے

مجھے تم سے محبت ہے اگر ایماں کو تم چاہو
اگر بارُود کی خوشبو کو اور قرآں کو تم چاہو

اگر اِس ظاہر و باطن کو عکسِ مُصطفٰےؐ کر لو
کہ دل کے آئینے سے اُس مہِ تاباں کو تم چاہو

یقیں رکھنا کہ تم سے قافلہ نہ چھوٹنے پائے
ہمیشہ کی حیاتِ نو کے گر امکاں کو تم چاہو

وَہن* کی آگ میں تم جل نہ جاؤ ہے دُعا میری
سدا شوقِ ملاقاتِ رُخِ یزداں کو تم چاہو

فراق و وصل کے نکتے بھلا کیسے میں سمجھاؤں
عروجِ دار پر لپکو درِ زنداں کو تم چاہو

رفیقانِ محمدؐ کی حسِیں صحبت وہ کیا ہوگی
ہو جینا بوجھ، گر اُس حلقۂ یاراں کو تم چاہو!

*وَہن: حبِ دنیا و کراہیتِ موت وقتال

یہ کیسا علم ہے جو دِیں پہ مرمٹنے نہیں دیتا
ہُنر کے بدلے دنیا کے حسیں ساماں کو تم چاہو

اُدھر تہذیبِ مغرب کی سمیٹو ''روشنائی'' بھی
اِدھر دعویٰ تمہارا صاحبِ قرآں کو تم چاہو

بڑھو فرعونِ امریکہ کے آگے لاالٰہ کہہ دو
اگر اظہارِ وحدانیتِ رحماں کو تم چاہو

رسول اللہؐ کی سُنّت کا پرچم تھام کر نکلو
اگر پھر سے اُلٹنا گردِش دوراں کو تم چاہو

ملکے ہو یا بوجہل نکلو، حُکمِ الٰہ باری ہے

جینے کا حق اُس کو ہے یاں، موت وہ جس کو پیاری ہے
خون بہاؤ بہتے خوں سے دین کی دعوت جاری ہے
خونِ صحابہؓ ہی سے چودہ صدیوں کی پُھلواری ہے
موت سے پیار ہے یارو جس کو زیست اُسی کی پیاری ہے
مشرق سے مغرب تک، اے لوگو! یہ جنگ تمہاری ہے
ملکے ہو یا بوجہل نکلو، حُکمِ الٰہ باری ہے

شیش محل کے رہنے والے چھپّر کا گھر بھول گئے
قالینوں کو روندنے والے چھال کا بستر بھول گئے
کھانوں کے دلدادہ پیٹ پہ باندھے پتھر بھول گئے
ہنستے بستے چہرے وہ دندانِ اطہر بھول گئے
ٹی وی نے اک ایک جواں کی مت کچھ ایسی ماری ہے
ملکے ہو یا بوجہل نکلو حُکمِ الٰہ باری ہے

سُنّت کے شیدائی فرضِ بدر و حنین نبھانا ہے
رات کے راہب دن کی سُنّت تو تلوار چلانا ہے
مال و جاں اور وقت کھپانا اُلفت کا پیمانہ ہے
خوب تمہارا حج اور عمرہ خوب یہ آنا جانا ہے

اے حرمین کے عابد! کیا اقصیٰ کی بھی تیاری ہے؟

ہلکے ہو یا بوجھل نکلو ،حُکمِ الہٰ باری ہے

روزِ حشر تم ربِّ جہاں کو کیا چہرہ دکھلاؤ گے؟

حُکم ہے ’ہلکے ہو یا بوجھل‘، عذر بھلا کیا لاؤ گے؟

پوچھتی ہیں بہنیں، ابنِ قاسم آخر کب آؤ گے؟

اپنی عزت ___ کیا تھی خبر تم تاویلیں لے آؤ گے؟!

عشقِ محمدؐ کی سوچو تو کیسی دعویداری ہے

ہلکے ہو یا بوجھل نکلو ،حُکمِ الہٰ باری ہے

آخرت

اُس دن کے لئے
جس دن کی تھکن
لفظوں میں نہ بولی جائے گی

اس غم کے لئے
جب فردِ عمل
کچھ ہو یا نہ ہو، لی جائے گی

اس شب کے لئے
جس شب کی سحر
مرنے سے نہ پہلے آئے گی
اور موت تو خود مر جائے گی!

اس صبح کے لئے
جس صبح کی مہک
پھولوں میں نہ تولی جائے گی

اس مے کے لئے

جس مے کی مُہر

دعووں سے نہ کھولی جائے گی

اس مے کے لئے کچھ دام بھرو

اس شب کے لئے بے نام رہو

اس صبح کے لئے کچھ کام کرو

ہر صبح جیو

ہر شام مرو!

تم بھول نہیں جانا!

تم پوچھتے ہو مجھ سے
منزل کا نشاں کیا ہے؟
میں کہہ کیا سکتا ہوں
اب اور بھلا تم سے؟
جز اُس کے کہ جو کچھ بھی
مُصحف میں پڑھا، سمجھا!
پُرکھوں سے سُنا، جانا!
بس یاد اِسے رکھنا
اور بھول نہیں جانا!

اس خاک کی بستی میں
جتنے بھی نبی اُترے
افلاک کے دفتر سے
اک نورِ وحی لائے
سمجھاتے چلے آئے ____
اللہ کی عبادت ہی
ہر شے پہ مقدّم ہے

اور اُس کے یہاں بندہ

تقویٰ سے مکرّم ہے

اک بار حضور اُسکے

توبہ تو کرو دل سے

پھر ابر وہ رحمت کے

برسا کر لائے گا

نہریں بھی بھری ہونگی

فصلیں بھی اُگائے گا

گودیں بھی ہری ہونگی

گلشن بھی سجائے گا!

سو بار پھسل جاؤ ____

ہر بار پلٹ آنا

بس یاد اُسے رکھنا

اور بھول نہیں جانا!

اصلاح کی نیّت سے

اخلاص و محبت سے

ہر خیر کو پھیلانا!

معروف کی دعوت سے

سوتوں کو جگا دینا

ایمان کی گرمی سے

لہجے کی نرمی سے

منکر کی حقیقت بھی

ہر اک کو سُجھا دینا

____ پھر مل کے مٹا دینا!

مشکل ہو اگر کوئی

ہجرت کو نکل آنا

بطحا کے غاروں سے

تاریخ کے دھاروں سے

گلزارِ جنت کی

خوشبو کا پتہ لینا

تم اُنؐ کے نقوشِ پا

آنکھوں میں بسا لینا

چلتے ہی چلے جانا

ہرگز نہیں گھبرانا

طائف سے گُزر ہوگا

مجروح خودی ہوگی

احزاب بھی آئیں گی

خندق بھی کُھدی ہو گی

____ تم سب سے گزر جانا!

راحت کے عذابوں سے

کاغذ کے گلابوں سے

دامن کو بچا رکھنا

جذبوں کو جواں رکھنا

احساسِ زیاں رکھنا

مضبوط قویٰ رکھنا

اخلاص و وفا رکھنا

آنکھوں میں حیا رکھنا

پہرا بھی کڑا رکھنا

ہاں ____ ظرف بڑا رکھنا!

اس راہ کا ہر کانٹا

جنت کا ثمر ہو گا ____ زخموں پہ جزا لینا!

ہر اِک سے دعا لینا

کمزوروں، بوڑھوں کی

بچوں کی، ماؤں کی

آواز پہ 'جی' کہنا ____ خاموش نہیں رہنا

اَللّٰھُمَّ انْصُرْھُمْ ... اَللّٰھُمَّ انْصُرْھُمْ...

یوں ڈیڑھ ارب اُمت
جب تم کو دعائیں دے
کیا اس کا بھلا کہنا!

تم پوچھتے ہو مجھ سے
منزل کا نشاں کیا ہے؟
تم سے تو نہاں کیا ہے؟
اللہ ہی اوّل ہے
اللہ ہی آخر ہے
اللہ ہی ظاہر ہے
اللہ ہی باطن ہے
بھیجا بھی اُسی نے ہے
جانا بھی وہیں پر ہے
اور بیچ کا یہ قصہ
بس خیر ہے یا شر ہے
اک روز یا کچھ کم میں
آغازِ سفر ہوگا
اک صبح قبر ہوگی
اک شام حشر ہوگا

یا جنت گھر ہو گی

یا پھر اے جانِ جاں

انجامِ دگر ہو گا

اک لا متناہی اور

بے فیض صبر ہو گا!

شعلوں کے ستوں ہوں گے

سانپوں کا چلن ہو گا

مرنے کی لگن ہو گی

پر موت کہاں ہو گی؟؟؟

ہاں ____ ایک تجارت ہے

جو سارے خسارے سے

واں تم کو بچالے گی

دامن میں چھپالے گی

اللہ کے رستے میں

یہ جان لگا دینا!

یہ مال کھپا دینا!

بس یاد اسے رکھنا

اور بھول نہیں جانا!

ہم جیتیں گے!

(بالیقین ان شاء اللہ)

جیتیں گے ہمِیں، ہم جیتیں گے
ایماں کی بہاریں مہکیں گی
تنہائی کے دن بیتیں گے

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

یہ راہیں اب نہ چھوٹیں گی
اک بار ملیں ہیں جو سانسیں
بابِ جنت پر ٹوٹیں گی

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

اُندلس اور روم ہمارا ہے
اللہ ہی کافی ہے ہم کو
اب روکے جس میں یارا ہے

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

خود چُور ہے اور بے چارہ ہے
میدان میں کیسے ٹھہرے گا؟
دشمن اب ۹ دو ۱۱ ہے!

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

تم ساتھ نہ دو تو غم بھی نہیں!
جس دیس کو اب ہم جاتے ہیں
واں اہلِ محبت کم بھی نہیں!

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

حق کو جس نے پہچان لیا
اس نے تاریخ کے دھارے میں
حق والوں کو خود جان لیا

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

خوشبوئے شہادت آتی ہے
اک دھوم ہے ہر ہر نعمت کی
اور دنیا تو بس___ جاتی ہے!

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آخری بات ـــــــ

کتاب کا یہ آخری ورق ہے اور اس نے بھی بالآخر ختم ہو جانا ہے۔ کتاب لکھنے اور پڑھنے والوں کو بھی بالآخر ختم ہونا ہے۔

اس موقع پر مجھے نصف صدی قبل کشمیر کے امیرِ جہاد مولانا مظفر حسن ندویؒ ـــــ جن کے ہاتھ پر نیلا بٹ میں مجاہدین نے جہاد کی بیعت کی تھی ـــــ ان کا ایک قول یاد آ رہا ہے کہ ''اسلام کی اشاعت وابلاغ جتنا آج ہے کبھی نہیں تھا، لیکن جتنی بے اثری اس اشاعت وابلاغ میں آج ہے کبھی نہیں تھی''۔ یہ بے اثری کیوں ہے اس پر مجھے اور آپ کو سوچنا چاہئے۔ لیکن چلتے چلتے میں ایک اور چیز کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے اور اس بارے میں مبشرات اور خوشخبریاں یقینی ہیں۔ لیکن ان کے حصول کے لئے یہ بات ناگزیر ہے کہ ہم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کریں اور بدی اور زیادتی کے کاموں میں تعاون سے باز رہیں۔ مختلف دائروں میں کام کرنے والے امت کے طبقات مصلحین ومبلغین، داعیان کرام اور مجاہدین خیر کے کاموں میں اگر ایک دوسرے کے دست وبازو بنے رہیں تو خوابوں کی یہ تعبیر بہت جلد سامنے آنے کی توقع، اللہ ربّ العزت سے کی جاسکتی ہے۔ اقبالؔ نے خوب فرمایا تھا:

تا خلافت کی بنا دنیا میں پھر ہو استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

محمد صہیب قرنی